الھدیٰ (201)

سورۃ النساء (آیات 46 تا 48)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾﴾

''اور یہ جو یہودی ہیں اُن میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور سنئے نہ سنوائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے (تم سے گفتگو کے وقت) راعنا کہتے ہیں۔ اور اگر (یوں) کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا' اور صرف اِسمع اور (راعنا کی جگہ) اُنظرنا (کہتے) تو اُن کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ بات بھی بہت درست ہوتی' لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب اُن پر لعنت کر رکھی ہے' تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔ اے کتاب والو! قبل اس کے کہ ہم لوگوں کے مُونہوں کو بگاڑ کر اُن کو پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا اُن پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتے والوں پر کی تھی' ہماری نازل کی ہوئی کتاب پر جو تمہاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے ایمان لے آؤ۔ اور اللہ نے جو حکم فرمایا سو (سمجھ لو کہ) ہو چکا۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اُس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔''

ان یہودیوں میں سے ہی وہ لوگ ہیں جو کلام کو اس کے اصل مقام سے پھیرتے ہیں۔ بظاہر تو وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے اور اطاعت قبول کر لی ہے مگر حقیقت میں یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے مگر مانیں گے نہیں۔ وہ گستاخی کرتے ہوئے حضور ﷺ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ سنئے اور چپکے سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ نہ سنایا جائیو یعنی ہمیں آپ کو سنانا مطلوب ہی نہیں۔ الفاظ بولتے وقت گستاخی کے ساتھ زبان کو موڑتے ہیں' مثلاً راعِنا کو راعینا کہہ دیتے ہیں یعنی اے ہمارے چرواہے۔ یہ سب کچھ وہ دین میں طعن کرنے اور عیب لگانے کے لیے کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ یہ کہتے کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت قبول کر لی اور یہ کہ آپ ذرا ہماری بات بھی سن لیجئے اور ہمیں مہلت دیجئے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور بات بہت سیدھی اور درست ہوتی۔ لیکن اللہ نے تو ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی ہے۔ پس اب وہ ایمان لانے والے نہیں مگر کوئی شاذ۔

اہل کتاب پر اس لعنت ملامت کے ساتھ ہی انہیں ایمان کی دعوت بھی ہے کہ اس چیز پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کی ہے یعنی قرآن۔ یہ قرآن اُس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے یعنی توریت وانجیل۔ اے اہل کتاب تم ایمان لے آؤ اس دن سے پہلے جس دن کہ ہم چہروں کو مٹا دیں گے۔ یعنی چہرے اس طرح ہموار کر دیں گے کہ اُن کے نقوش ختم ہو جائیں گے۔ اور انہیں اس طرح پھیر دیں گے کہ چہرہ پیچھے اور گدی سامنے۔ جیسا کہ اصحاب سبت کے چہرے مسخ کر کے انہیں بندر اور خنزیر کی شکل دے دی۔ یا ہم اُن پر وہ لعنت کر دیں جو ہم نے اصحاب سبت پر کی تھی۔ اس کی تفصیل سورۃ الاعراف میں آئے گی جبکہ اس کا ذکر اجمالاً سورۃ البقرہ میں آ چکا ہے۔ اے اہل کتاب! موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس انجام سے پہلے پہلے ایمان لے آؤ ورنہ اللہ کا حکم تو ایسا ہے کہ وہ ہو کر رہنا ہے۔ یاد رکھئے کہ اللہ کے ساتھ شرک وہ معاملہ ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ہرگز نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس سے کمتر جو گناہ ہوں گے وہ جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔ یہاں یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ شرک کے علاوہ باقی گناہ تو معاف ہی ہیں' ہاں یہاں اس بات کی امید دلائی گئی ہے کہ شرک کے علاوہ باقی گناہوں کے توبہ کے بغیر بھی معاف کرنے کا امکان موجود ہے لیکن شرک کے معاف ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس نے تو بہت بڑا طوفان باندھا۔ اللہ تو ایک ہے' اس کے ساتھ جس کو ملاتے ہو جھوٹ ہے افترا ہے' بہتان ہے۔ حق تو یہ ہے کہ وہ معبود واحد ہے' اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

فرمانِ نبویؐ

پڑوسی کی خبر گیری کرو

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِی ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَاَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوذر! جب تو شوربے والا سالن پکانے لگے تو اس کا پانی زیادہ کر دے اور اپنے پڑوسیوں کی خبر گیری کر۔''

پڑوسیوں کی خبر گیری کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جس پڑوسی کے گھر میں سالن نہ پکا ہو اس کے یہاں کچھ سالن بھیج دیا جائے۔ لیکن اس ہدایت کے برعکس عام طور پر کھاتے پیتے گھروں میں کھانا بہت وافر مقدار میں پکتا ہے' ضرورت سے زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ گھر میں خراب ہوتا رہتا ہے' وہ اُسے ضائع تو کر دیتے ہیں لیکن کسی پڑوسی کے گھر بھیجنا پسند نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے نوکر اور ملازمہ کو بھی دینا گوارا نہیں کرتے' حالانکہ نبی ﷺ نے اس خشک مزاجی اور روکھے پن کو ناپسند فرمایا ہے کہ کھانے کے اوقات میں آدمی اپنے غریب پڑوسی کو بالکل نظر انداز کر دے اور کبھی بھی کھانے پینے کی کوئی چیز اُسے نہ دے۔

9/9/05
ماڈل ٹاؤن لاہور

تاخلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 14 — 8 تا 14 ستمبر 2005ء — 3 تا 9 شعبان المعظم 1426ھ — شمارہ 33

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

ادارہ کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

دلِ بیدار پیدا کر......

سورۃ الفاتحہ کو قرآن پاک کی افتتاحی سورۃ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ قرآن خود اس سورۂ مبارکہ کی مدح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس کی آیات بار بار دہرائے جانے والی ہیں۔ یہ ایک دعائیہ سورۃ ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں سیدھا راستہ دکھا' اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا انعام فرمایا' جن پر نہ تو تیرا غضب ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے۔ قرآن پاک کا ایک ادنیٰ قاری بھی بڑی آسانی سے یہ جان سکتا ہے کہ یہ مغضوب قوم کون سی تھی اور یہ گمراہ لوگ کون تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضور ﷺ کو اس طرح پہچانا جیسے انسان اپنی اولاد کو پہچانتا ہے' پھر بھی تعصب اور نفسانی خواہشات کی وجہ سے حضور ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ یہ اہل کتاب تھے اور بات ان پر بالکل واضح تھی لیکن یہ خیانت کے مرتکب ہوئے اور بیّن حقیقت کو جھٹلا دیا۔ اس پر انہیں زمین پر اللہ کی نمائندگی سے معزول کر دیا گیا اور وہ راندہ درگاہ ہوئے۔ انہوں نے وہی رویہ اختیار کیا جو آدم کو سجدہ کرنے کے معاملے میں ابلیس نے اختیار کیا تھا۔ انہوں نے سرکشی کی اور انکاری ہوئے۔ اللہ کے رسولؐ نے مدینہ ہجرت کرتے ہی ان کے شر سے بچنے کے لئے انہیں ایک معاہدے میں جکڑ لیا تھا جسے میثاقِ مدینہ کہتے ہیں' لیکن یہ آستین کے سانپ ثابت ہوئے۔ انہوں نے معاذ اللہ' حضور ﷺ کے قتل کی سازش بھی کی جو ناکام ہو گئی۔ دورِ فاروقیؓ تک ان کی کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکی۔ بعد ازاں ایک یہودی عبداللہ بن سبا جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا' اس بہروپیے نے مسلمانوں کے اتحاد پر ایسی ضرب کاری لگائی اور زہریلا ناگ بن کر ایسا ڈسا کہ امت مسلمہ کے جسد سے آج تک خون رس رہا ہے۔ صدیاں بیت گئیں لیکن یہ زخم بھرنے کو نہیں آتا۔

یہودیوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں' یہ کبھی کسی کے نہیں بنے۔ یہ کبھی سامنے آ کر نہیں لڑتے بلکہ چھپ کر یا دوسروں کے کندھوں پر سوار ہو کر لڑتے ہیں۔ تعداد میں بہت قلیل ہونے کی وجہ سے وہ دنیا پر عسکری غلبہ اپنے لیے ممکن نہیں سمجھتے لہٰذا سود کو پروان چڑھایا' اسے قانونی شکل دی تا کہ دنیا کو معاشی جکڑ بندی میں کسا جا سکے۔ یہ ہے اس قوم کا ماضی اور حال جس کے بارے میں فرمانِ مشرف ہے کہ ہم نے ان سے مسلمانوں کے مفاد میں رابطہ کیا ہے۔ خبر یہ ہے کہ یہ رابطہ حکومت پاکستان کی درخواست پر ترکی کی حکومت نے استنبول میں کرایا ہے اور اس رابطہ کی توجیہہ یہ پیش کی ہے کہ غزہ کی پٹی سے یہودیوں کے انخلا پر اسرائیل کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ فلسطینی ریاست کے قیام میں پیش رفت ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اولاً تو اسرائیل نے گریٹر اسرائیل کے نقشہ میں کبھی غزہ کی پٹی کو شامل نہیں کیا تھا اسی لیے وہاں بہت کم یہودیوں کو بسایا گیا تھا۔ ثانیاً یہ کہ یہاں آٹھ ہزار یہودیوں کے اردگرد ڈیڑھ لاکھ فلسطینی رہتے تھے اور ان کی سکیورٹی کا مسئلہ ہر وقت اسرائیل کی حکومت کے لیے دردِ سر بنا رہتا تھا' اتنی معمولی آبادی کی حفاظت کے لیے اتنی بڑی رقم اٹھ رہی تھی کہ انہیں یہ سودا مہنگا پڑ رہا تھا لہٰذا فلسطینیوں کے آباء و اجداد پر احسان کرتے ہوئے اور دنیا کو امن سے اپنا لگاؤ دکھانے کے لیے یہ ڈرامہ رچایا گیا جس میں چیختے چلاتے یہودیوں کو وہاں سے زبردستی اٹھاتے دکھایا گیا اور میڈیا پر اس کی خوب کوریج کی گئی۔

سفید سامراج نے اسرائیل کی صورت میں مشرقِ وسطیٰ کے سینہ میں جو خنجر پیوست کیا ہوا ہے' نصف صدی سے مسلمان اس ظلم پر کراہ رہے تھے اور آہ و بکا کر رہے تھے' دنیا کو اس طرف متوجہ کرنے کے لیے موقع ملنے پر خودکش حملوں کے ذریعے اسرائیلیوں کو خون سے نہلا رہے تھے۔ اب امریکہ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اور وہ فلسطینیوں کو کوئی لولی پاپ دے کر خطے میں یہودیوں کی سلامتی کی ضمانت چاہتا ہے۔ اسی خواہش کے تحت عراق کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی ہے' اسی حکمت کے تحت ایران کو ایٹمی ہتھیاروں سے لیس نہیں ہونے دیا جا رہا اور اسے دن دیہاڑے دھمکایا جا رہا ہے۔ اور پاکستان جس کے بارے میں سابق اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ عرب بیچارے ہمارا کیا مقابلہ کریں گے ہمارا اصل مقابلہ تو پاکستان سے ہو گا' اس پاکستان کو پچھاڑنے کے لئے صدر مشرف کی حکومت کے ذریعے اس کا نظریاتی ہتھیار کند کیا جا رہا ہے اور اسے سیکولرازم کی پٹڑی پر چڑھایا جا رہا ہے۔ پاکستان کی (باقی صفحہ نمبر 8 پر)

بالِ جبریل کی گیارہویں غزل

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ؟ وہ ادب گہِ محبت! وہ نگہ کا تازیانہ!
یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں! نہ ادائے کافرانہ! نہ تراشِ آزرانہ!
نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشۂ فراغت یہ جہاں عجب جہاں ہے! نہ قفس' نہ آشیانہ
رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ!
مرے ہم صفیر اسے بھی اثرِ بہار سمجھے! انہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ
مرے خاک وخوں سے تونے یہ جہاں کیا ہے پیدا صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تابِ جاودانہ
تری بندہ پروری سے مرے دن گذر رہے ہیں نہ گلہ ہے دوستوں کا' نہ شکایتِ زمانہ!

یہ غزل بھی سابقہ دس غزلوں کی طرح سات اشعار پر مشتمل ہے۔ غالباً اقبال نے دانستہ یہ التزام کیا تھا کہ "بالِ جبریل" کے حصہ اول کی ابتدائی پندرہ غزلیں سات سات اشعار پر مشتمل ہیں۔ البتہ آخری اور سولھویں غزل سولہ اشعار پر مبنی ہے۔

1۔ اقبال اپنے محبوب سے خطاب کرتے ہیں کہ کیا تجھے میری ابتدائے عشق کا وہ زمانہ یاد نہیں جب میں سراپا عجز و نیاز بنا ہُوا تھا۔ تیری مجلس میں نہایت ادب کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ خاموش' سر کو جھکائے ہوئے۔ اگر میں کسی وقت فرطِ شوق سے مجبور ہو کر تیری طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتا تھا تو چونکہ تُو سراپا ناز تھا' اور تجھے میری یہ گستاخ نگہی پسند نہیں آتی تھی' اس لیے تُو اپنی نگاہ کے تازیانے سے مجھے تنبیہ کرتا تھا اور میں سہم کے رہ جاتا تھا۔

2۔ اقبال کہتے ہیں کہ میری قوم کے نوجوان (طلبہ اور طالبات) جو کالجوں میں تعلیم پا رہے ہیں' اُن کی حالت پر مجھے سخت افسوس آتا ہے کہ کالج میں مغربی تعلیم پا کر اُن کی زندگیاں بالکل برباد ہو گئیں۔ الحاد پرور تعلیم پا کر اپنے دین سے بیگانہ ہو گئے۔ دوسری طرف کفار کی نگاہوں میں بھی کوئی وقعت حاصل نہ کر سکے۔ اگر دین کی نعمت سے محروم ہوئے تھے تو کفر ہی میں کوئی مقام حاصل کر لیتے۔ لیکن اُن کی حالت یہ ہے کہ نہ اِن میں کافرانہ ادائیں پائی جاتی ہیں اور نہ آزرانہ تراش خراش۔ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بُت تراش اور مجسمہ ساز تھے۔ اقبال کے اِسی مضمون کو اُن کے ہم عصر اکبر الٰہ آبادی نے اپنے مخصوص رنگ میں یُوں بیان کیا ہے:

دیکھ آئے قوم سنتے تھے جسے
چند لڑکے ہیں مشن اسکول کے
راہِ مغرب میں یہ لڑکے لُٹ گئے
واں نہ پہنچے اور ہم سے چھٹ گئے

3۔ دیکھنے میں تو یہ دنیا بظاہر بہت وسیع نظر آتی ہے' لیکن جب انسان اس میں اپنی زندگی بسر کرنا شروع کرتا ہے' تو اتنی بڑی دنیا میں اُسے کوئی گوشہ ایسا نہیں ملتا جہاں وہ اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔ جسے دیکھو پریشانیوں اور اُلجھنوں میں گرفتار ہے۔
سچ تو یہ ہے کہ یہ دنیا بھی عجب دنیا ہے۔ نہ اِسے قفس سے تعبیر کیا جا سکتا ہے نہ آشیانے سے۔ اسے قفس تو اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ یہ دنیا آزاد' کھلی اور وسیع ہے۔ یہاں ہر شخص آزاد ہے' جہاں چاہے جائے اور آباد ہو جائے۔ اسے آشیانہ اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ آشیانے میں پرند کو گوشۂ عافیت تو نصیب ہو جاتا ہے' لیکن دنیا میں حضرت انسان کو کہیں فارغ البالی نہیں مل سکتی۔

4۔ خدایا! اسلامی ممالک میں اب وہ ساقی نظر نہیں آتے جو تیرے طالبوں کو معرفت کی شراب پلایا کرتے تھے۔ میکدے تو موجود ہیں' لیکن اُن میں شراب ناپید ہے۔ خانقاہیں تو برقرار ہیں لیکن اُن میں روحانیت کا رنگ باقی نہیں ہے' اس لیے اے خدا! قوم تیرے ابرِ کرم کی منتظر ہے۔ تُو اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو پھر روحانیت سے مالا مال کر دے۔

5۔ اقبال کہتے ہیں کہ جب میرے ہم مشرب احباب نے میری نوائے عاشقانہ سُنی تو وہ یہ سمجھے کہ میں فصلِ بہار کی آمد سے متاثر ہو کر نغمہ سرائی کر رہا ہوں' حالانکہ میرے نوائے عاشقانہ اثرِ بہار کی محتاج نہیں ہے' بلکہ وہ تو میری عاشقانہ فطرت کا تقاضا ہے۔ اِسی خیال کو اقبال نے ایک دوسرے شعر میں یوں نظم کیا ہے:

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا اِلٰہ اِلّا اللہ

6۔ اے خدا! اِس میں کیا شک ہے کہ تیری دنیا کی ساری رونق تیرے عاشقوں ہی کے دَم سے قائم ہے۔ اگر تیرے عاشق تیرا نام زندہ رکھنے کے لیے ہر زمانے میں خاک و خون میں نہ تڑپتے تو تیرا یہ جہان کبھی کا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ جہان تو ہوتا لیکن تیرا نام لیوا کوئی نہ ہوتا۔ تیری خدائی نہ ہوتی بلکہ ہر جگہ ابلیس ہی کی حکمرانی ہوتی۔ بس میں تجھ سے یہی التجا کرتا ہوں کہ اُن شہیدوں کو اِس عظیم الشان قربانی کا صلہ عطا فرما' اور وہ صلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ انہیں تب و تابِ جاودانہ یعنی حیاتِ دوام عطا فرما۔

اقبال کے فلسفے کی رُو سے حیاتِ ابدی صرف تب و تاب یعنی سوزِ عشق کی بدولت حاصل ہو سکتی ہے۔ اقبال کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص عاشق نہیں' وہ اپنی خودی کو مستحکم نہیں کر سکتا' اور جس کی خودی مستحکم نہیں ہے' وہ موت کے صدمے کی تاب نہیں لا سکتا۔

7۔ اے خدا! اگرچہ دنیا نے مجھے اپنے حسد کا نشانہ بنایا' اور میری ترقی کی راہیں مسدود کرنے کی بہت کوشش کی' لیکن میری زندگی محض تیرے فضل و کرم سے عزت کے ساتھ بسر ہو رہی ہے۔ نہ میں دوستوں کی بے وفائی کا گِلہ کرتا ہوں اور نہ زمانے کی بے مہری کی شکایت کرتا ہوں۔

منبر و محراب

تعمیرِ سیرت کے لوازم

سورۃ الانعام (آیات 151 تا 155) کی روشنی میں

مسجد دار السلام باغ جناح' لاہور میں مرکزی ناظم تربیت محترم شاہد اسلم صاحب کے 26 اگست کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

آج ہم سورۃ الانعام کی آیات 151 تا 155 کا مطالعہ کریں گے۔ ان آیات میں ان اخلاقی اصولوں کی تلقین کی گئی ہے جن پر اسلام سوسائٹی کی تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ "(اے پیغمبرﷺ) آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ آؤ میں تمہیں بتاؤں (یا میں تمہیں سناؤں) وہ باتیں جو اللہ نے تمہارے اوپر حرام کی ہیں"۔ یعنی کون سی باتیں ہیں جن سے اللہ نے تمہیں روکا ہے؟ اُن میں سے پہلی بات یہ ہے کہ: ﴿اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ "کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرانا"۔ اس کی ذات میں' اس کی صفات میں' غرض کسی بھی پہلو سے اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرنا۔ قرآن حکیم میں اس گناہ کو جابجا واضح کر دیا گیا ہے۔ ایک مقام پر فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: 116) "اللہ تعالیٰ شرک کو تو ہرگز معاف نہیں کرے گا البتہ اس کے سوا جو چاہے گا معاف فرما دے گا"۔

قرآن حکیم میں شرک کو سب سے بڑا ظلم قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان: 13) اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلم سے مراد ہے: وَضْعُ الشَّيْءِ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ یعنی "کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دینا"۔ جیسا کہ عیسائیوں نے کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہودیوں نے دیکھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی کرامات دی ہیں' ان کو صلاحیتیں عطا کی ہیں' تو وہ یہ کہہ اُٹھے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ یا جیسے مشرکین مکہ نے کہا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں (نعوذ باللہ)۔ اس طرح اِن گمراہ لوگوں نے انبیاء و رسل اور ملائکہ کی برگزیدہ ہستیوں کو اُن کے اصل مقام سے ہٹا کر "الوہیت" کے درجہ پر پہنچا دیا۔ یہ ظلم عظیم ہے۔ چنانچہ اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا: ﴿اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا﴾ (بنی اسرائیل: 40) "یقیناً تم بہت بڑی (بھاری) بات کہتے ہو"۔

مشرکین مکہ کا یہ شرک تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بت بناتے اور انہیں پوجتے تھے' اگرچہ وہ اللہ کو مانتے تھے۔ چنانچہ جب ان سے پوچھا جاتا کہ یہ زمین و آسمان کس نے بنائے؟ تو کہتے کہ اللہ نے بنائے۔ اور جب سوال کیا جاتا کہ کون ہے جو سب کو رزق دیتا ہے؟ تو کہتے کہ اللہ دیتا ہے۔ لیکن جب ان سے یہ کہا جاتا کہ پھر ان بتوں کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ تو دلیل دیتے کہ: ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (الزمر: 3) "ہم نہیں عبادت کرتے ان بتوں کی (ان کے آگے نذر و نیاز نہیں چڑھاتے ہیں) مگر اس لیے تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں"۔ یہ صریح شرک ہے۔ لہٰذا زیرِ درس آیات میں جو سب سے پہلی بات بیان کی گئی ہے وہ شرک کی ممانعت ہے۔ دراصل اسلامی معاشرے کا بنیادی عقیدہ ہی توحید پر ہے۔ اس کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اللہ کو حاکم' خالق' رازق اور مالک سمجھا جائے۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ توحید عقیدے میں بھی ضروری ہے اور عمل میں بھی' اور مسلمانوں کے اجتماعی نظامِ حکومت میں بھی۔ حاکمیت اسی کی ہوگی اور انسان اس کا خلیفہ ہوگا۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی' باقی بتانِ آزری

ایسا نہ ہو کہ عقیدے میں تو اللہ کو ایک مانا جائے لیکن قانون سازی اور نظامِ اجتماعی میں اللہ کی حاکمیت اعلیٰ کی بجائے دوسرے انسانوں کو یہ اختیار دے دیا جائے۔

آگے فرمایا: ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ "اور اپنے والدین سے حسن سلوک کرو"۔ قرآن حکیم میں جہاں بھی اللہ نے اپنے حق کو جتلایا ہے' اس کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ (بنی اسرائیل: 23) "اور تمہارے ربّ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو' اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ"۔ اور آگے اِس کی مزید وضاحت فرمائی: ﴿اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا﴾ "اگر تمہارے سامنے تمہارے والدین میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو' اور نہ ہی انہیں جھڑکو"۔ اسلام والدین کی خدمت' اُن کی اطاعت اور اُن کے ساتھ حد درجہ نیک برتاؤ کی تعلیم دیتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ جب وہ بوڑھے ہو جائیں تو پھر اب تم ان کا خاص طور پر خیال رکھو۔ ان کو در بدر کی ٹھوکریں کھانے کے لیے اکیلا نہ چھوڑ دو۔ آج مغرب میں خاندانی نظام اسی وجہ سے درہم برہم ہو چکا ہے کہ والدین کا احترام مفقود ہو چکا ہے۔ اُن کی خدمت اور دیکھ بھال کی بجائے بوڑھے ہونے پر انہیں اولڈ ہاؤسز میں بھیج دیا جاتا ہے' جہاں وہ ترستے رہتے ہیں کہ کوئی آئے اور ان کی خبر گیری کرے۔

شرک کی مذمت اور والدین سے حسن سلوک کے ذکر کے بعد قتل اولاد سے روکا گیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾ "اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرنا"۔ ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ "ہم ہی تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے"۔ عرب معاشرے میں یہ روایت تھی کہ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ نقطۂ نظر کہ کمائیں گے کہاں سے' اُن کو پالیں گے کس طرح سے؟ سراسر غلط ہے اور اس خیال سے اُن کو قتل کر دینا بہت بڑا جرم ہے۔

آج کفار نے ایک منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں میں اس بات کو پھیلایا ہے کہ آبادی زیادہ ہے اور وسائل کم' لہٰذا انہیں تلقین کی جا رہی ہے کہ افزائش نسل کو کنٹرول کریں۔ اور اُن میں "دو بچے خوشحال گھرانہ" اور "بچے کم ہی اچھے" ایسے خوشنما نعروں کو رواج دیا جا رہا ہے۔ مسلمان ملکوں میں باقاعدہ مہم کے تحت کروڑوں' اربوں روپیہ اس تصور کو راسخ

کرنے کے لیے لگایا جا رہا ہے۔ غیر مسلم طاقتوں کو مسلمانوں سے اتنی ہمدردی نہیں کہ انہیں مسلمانوں کے کم وسائل کی فکر کھائے جا رہی ہو۔ دراصل کفار مسلمانوں کی افرادی قوت کو اپنی موت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان آبادی کم ہو‘ تاکہ ان کے لیے خطرہ نہ رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آج ہم سیلاب کے تنکوں کی طرح بے وقعت ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی انہیں اندیشہ ہے کہ کہیں یہ تنکے جتھا نہ بن جائیں۔

آگے فرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ”اور فحاشی کے قریب مت جاؤ‘ چاہے وہ ظاہری ہو یا باطنی!“ ظاہری فحاشی کو تو سب جانتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس کو ”زنا“ کہا ہے۔ اسی طرح قوم لوط علیہ السلام کے اندر جو برائی پیدا ہو گئی تھی‘ مردوں کا مردوں کے ساتھ اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنا‘ یا برہنگی اختیار کرنا وغیرہ‘ یہ سب ظاہری فحاشی ہے۔ باطنی فحاشی کیا ہے؟ انسان اکیلا بیٹھے ہوئے غلط تصورات سے لذت حاصل کر رہا ہے تو یہ باطنی فحاشی میں سے ہے۔ ان غلط تصورات سے بھی بچنے کی کوشش کرو‘ کیونکہ تمہارا رب تمہارے تصورات اور خیالات کو بھی جانتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ﴾ (ق:16) ”ہم نے انسان کو تخلیق کیا ہے اور ہم تو اس کے جی کے ہر وسوسے کو بھی جانتے ہیں“۔ کیونکہ ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق:16) ”اور ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات کے برعکس ہمارے ہاں حکومتی سرپرستی میں عریانی وفحاشی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر چوبیس گھنٹے فحاشی وعریانی پر مبنی پروگرام پیش کیے جا رہے ہیں۔ ناچ گانے دکھائے جا رہے ہیں۔ اگر اس سیلاب کے آگے بند نہ باندھا گیا تو یہ ہمارے نوجوان بچوں اور بچیوں کو بہا کر لے جائے گا۔ اسی کا کیا دھرا ہے کہ آج نوجوانوں کے جتھوں کے جتھے گلی کوچوں میں آوارہ گھوم رہے ہیں اور ان گلیوں سے باحیا عورتوں کا گزرنا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

قیام پاکستان سے پہلے تک تو یہ صورت حال تھی کہ اگر کوئی ہندو ہماری مسجدوں کے پاس سے ڈھول بجا کر گزرتا تو لڑائی جھگڑا اور قتل وغارت شروع ہو جاتی تھی کہ اُس نے مسجد کے احترام کا خیال کیوں نہ رکھا‘ لیکن آج مسجدوں میں اذان ہو رہی ہوتی ہے اور باہر میوزک چل رہا ہوتا ہے‘ لیکن کوئی برا نہیں مانتا۔ یہ ملک ان گنت قربانیاں دے کر حاصل کیا گیا ہے۔ کتنی ہی بچیوں نے اپنی عزت کو بچانے کے لیے کنوؤں میں چھلانگیں لگا دی تھیں! ہجرت کے دوران بچھڑے کتنے خاندان آج تک آپس میں نہیں مل سکے! کتنے ہی بچے ہیں جن کو نیزوں کے اوپر پرو دیا گیا! یہ سب کس لیے کیا گیا تھا؟ کیا آزادی کا مدعا یہی تھا؟ ہرگز نہیں‘ بلکہ ہم ایک صالح اور پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے۔ ایک ایسی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے جہاں اسلامی نظریہ حیات کی آبیاری ہو۔

آگے فرمایا: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”اور نہ کسی جان کو قتل کرو‘ سوائے حق کے ساتھ“۔ حق کے ساتھ قتل کا کیا مطلب ہے؟ کس بنیاد پر کسی کو قتل کیا جا سکتا ہے؟ اس کی تین صورتیں قرآن حکیم میں بیان ہوئی ہیں اور دو احادیث میں۔ جو یہ ہیں:

(1) قتل کے بدلے قتل‘ یعنی کسی نے جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا‘ اور اس پر حد جاری ہو گئی تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور کوئی حکمران مجاز نہیں ہے کہ قاتل کو معاف کر دے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ملک کے وزیراعظم یا صدر کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل میں واضح کر دیا گیا ہے کہ صرف مقتول کے ورثاء کو حق حاصل ہے کہ وہ قاتل کو معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں‘ ورنہ اس کو پھانسی چڑھائی جائے گی‘ قتل کیا جائے گا۔

(2) ”حربی کافر“ کو قتل کیا جائے گا۔ یعنی وہ کافر جو جنگ میں مقابلے کے لیے آئے۔ اسلامی ریاست کے کسی غیر مسلم شہری یا راہ چلتے کسی کافر کو پکڑ کر قتل کر دینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

(3) دارالاسلام‘ یعنی وہ خطہ یعنی جہاں اسلام نافذ ہے‘ اس کی حدود میں بدامنی پیدا کرنے‘ اور اس کو تلپٹ کرنے کی کوشش کرنے والے باغیوں کو قتل کر دیا جائے گا‘ اس لیے کہ وہ اسلامی حکومت کو گرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

(4) شادی شدہ مرد اور عورت اگر زنا کرتے ہیں اور ان کے خلاف دو گواہیاں قائم ہو جاتی ہیں تو ان کو سنگسار کر دیا جائے گا۔

(5) مرتد کا قتل بھی قتل حق ہے۔ اگر کوئی مسلمان اسلام کو چھوڑ دے تو وہ واجب القتل ہوگا‘ اسلامی حکومت اسے قتل کر دے گی‘ اِن صورتوں کے سوا کسی کو بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ آگے فرمایا: ﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ (151) ”یہ وہ باتیں ہیں جن کی اللہ تمہیں وصیت کر رہا ہے کہ تم عقل سے کام لو“ سوچ بچار کرو‘ صرف پڑھنے اور تلاوت کرنے کے لیے نہیں۔

اگلی آیت میں فرمایا:﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ﴾ ”اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ“۔ اسلام میں کمزور اور بے سہارا طبقات کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کا درس دیا گیا ہے۔ یتیم‘ جو والد کے دست شفقت اور سہارے سے محروم ہوتے ہیں‘ اُن کی سرپرستی کرنے کی تلقین‘ اور اُن کا مال کھانے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ یہاں تک فرمایا گیا کہ جو لوگ یتیم کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نبوت سے پہلے بھی یتیموں کی خبر گیری اور ان کی سرپرستی کرتے تھے‘ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسالت سے سرفراز فرمایا تو آپؐ نے وہ نظام قائم کر کے دکھا دیا جس میں کوئی یتیم در بدر نہیں پھرتا تھا۔ آگے فرمایا: ﴿اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ ”مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ یتیم اپنی بلوغت کو پہنچ جائے“۔ مراد یہ ہے کہ اگر کوئی غریب ہے‘ یتیم کی پرورش اپنے مال سے نہیں کر سکتا تو اس کے اپنے مال میں سے اس کو کھلائے گا‘ یا جو بھی دیگر اخراجات ہیں ایک معروف حد تک اس کے مال سے پورے کرے گا یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائے۔ پھر جب وہ بلوغت کو پہنچ جائے اور سمجھ دار ہو جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دے۔

اگلی بات فرمائی: ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ”اور اپنے ناپ اور تول کو پورا پورا کرو“۔ کم تولو نہ ہی کم ناپو۔ ایسا کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ آج ہم نے اصول دیانت چھوڑ دیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کو دوسرے پر اعتماد نہیں رہا۔ ریڑھی والے سے پھل لیں تو آپ کو یہ اعتماد نہیں ہے کہ یہ کیا پھل ڈال دے گا‘ کتنے ڈالے گا۔ اگر کوئی ملازم ڈیوٹی پر ہے تو وہ اجرت اور معاوضہ پورا لے گا لیکن ڈیوٹی صحیح نہیں کرے گا۔ ناپ تول سے مراد صرف ترازو کا پیمانہ نہیں ہے‘ بلکہ اس کا ہر عمل پر انطباق ہوتا ہے۔ اسی خرابی کی وجہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا تھا۔

آگے فرمایا: ﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ”ہم کسی جان پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے“۔ یعنی جو کچھ کہا جا رہا ہے یہ تم کر سکتے ہو‘ جن منکرات سے روکا جا رہا ہے ان سے تم بچ سکتے ہو‘ ایسا نہیں ہے کہ اللہ نے (نعوذ باللہ) ایسے احکام دے دیے کہ جن پر تم عمل نہیں کر سکتے۔

اگلی بات فرمائی: ﴿وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ”اور جب بات کرو تو عدل کی بات کرو‘ چاہے وہ قریبی رشتہ دار (کے خلاف) ہی کیوں نہ ہو“۔ دوسری جگہ سورۃ النساء میں واضح کر دیا گیا کہ عدل کی بات کرو‘ چاہے وہ تمہارے اپنے خلاف ہو‘ یا تمہارے والدین کے اور چاہے تمہارے رشتہ داروں کے خلاف ہو‘ بہرحال بات سچی کہو۔ اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے یہ سب عملاً کر کے دکھایا۔ چنانچہ اگر کسی معاملے میں یہودی کا حق بنتا تھا تو آپؐ نے کہا یہودی سچا ہے‘ اور اُسے

اس کا حق دلا دیا۔

اس کے بعد ایفائے عہد کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:﴿وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا﴾ ''اور اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو پورا کرو''۔تم نے کلمہ پڑھا ہے۔تم نے اللہ کو ایک مانا ہے' اس کو خالق' مالک' رازق اور حاکم مانا ہے۔ یہ بھی ایک عہد ہے لہٰذا اس عہد کو پورا کرو۔ اسی طرح کچھ معاہدے جو تم آپس میں کرتے ہو اُن کا احترام کرو۔ نکاح بھی ایک معاہدہ ہے' اسی طرح تجارتی معاہدے ہیں۔ یہ سارے وعدے ایفا کرو۔

﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾ (152) ''یہ وصیتیں اللہ تمہیں فرما رہا ہے' تاکہ (تمہیں یاد دہانی ہو) تم نصیحت حاصل کرو''۔ ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور یہ ہے میرا سیدھا راستہ۔ اس راہ کی پیروی کرو اور دیکھو دیگر راستوں کے پیچھے مت پڑنا (دیگر فلسفوں اور گھڑی ہوئی باتوں کو اختیار نہ کرنا) ورنہ (اگر ایسا کرو گے تو) وہ تمہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیں گے''۔

ایک روز نبی ﷺ تشریف فرما تھے' آپ ﷺ نے زمین پر ایک سیدھی لائن کھینچیں اور فرمایا کہ یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ترچھی لائنیں کھینچیں اور کہا کہ یہ وہ راستے ہیں کہ انسان ذرا سا سیدھے راستے سے ہٹتا ہے تو پھر ٹیڑھے راستے پر چل پڑتا ہے' جس کے شروع میں شیطان بیٹھا ہوتا ہے اور وہ اسے بڑی دور کی گمراہی میں پھینک دیتا ہے۔

پھر فرمایا:﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾(153) ''یہ وہ باتیں ہیں جن کی اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم بچ سکو''۔ تم اللہ کی ناراضی سے' جہنم کے عذاب سے اور دنیا میں افراط وتفریط کے گمراہ کن خیالات ونظریات اور فلسفوں سے محفوظ رہو۔ انسان جو بھی قانون اور ضابطہ بنائے گا وہ بہر حال افراط وتفریط کا شاہکار ہوگا۔ اللہ نے جو ضابطہ دیا ہے اُس پر چلنے سے شروع شروع میں بظاہر سختی محسوس ہوگی' لیکن انجام کار انسان کو فوز و فلاح' مسرت و شادمانی اور سکون و اطمینان حاصل ہوگا' کیونکہ یہی امن' چین اور خوشحالی کا راستہ ہے۔ جبکہ اس کے برعکس دوسرے راستوں پر بظاہر آدمی کو وقتی طور پر خوشحالی نظر آئے گی لیکن وہ تباہی اور بربادی کے راستے ہوں گے۔ آج انہی ہلاکت کے راستوں پر پوری دنیا بغیر سوچے سمجھے دوڑ رہی ہے۔

آخری بات یہاں یہ فرمائی :﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (154) ''ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی تھی' اس میں بھی بھلائی کی روش اختیار کرنے والے انسان پر نعمت کی تکمیل اور ہر ضروری چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت تھی' تاکہ لوگوں کو اللہ سے ملاقات کا یقین ہو جائے''۔

اس کے بعد فرمایا: ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ ''اور یہ کتاب (قرآن حکیم) جو ہم نے نازل کی' بڑی با برکت ہے''۔

﴿فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝﴾ (155) ''پس تم اس کی پیروی کرو اور ڈرو (اللہ سے) تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔

تاریخ بتاتی ہے کہ ہر عہد میں مسلمانوں نے قرآن حکیم کو اپنا رہبر اور امام بنا کر ترقی کی ہے۔ اس کے برعکس اسے ترک کرنے کے نتیجے میں انہیں ہمیشہ ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ آج بھی قرآن کی رہنمائی سے اعراض کے باعث ہم رسوا ہو رہے ہیں۔ بقولِ اقبال ۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانو! قرآن کی رہنمائی میں چلو گے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آئیں گی اور اگر اس سے صرفِ نظر کرو گے تو پھر لُٹتے رہو گے' پٹتے رہو گے' بربادی تمہارا مقدر ٹھہرے گی۔ کامیابی کا راستہ بس یہی اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن و سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

''اسرائیل کو تسلیم کرنا عدل وانصاف کے اصولوں سے انحراف ہوگا''

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 3 ستمبر 2005ء کے خطاب جمعہ

حکومتِ پاکستان اسرائیل کو ہرگز تسلیم نہ کرے کیونکہ حکومت کو یکطرفہ طور پر یہ فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دار السلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی رُو سے یہود کو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اللہ کی نمائندہ امت ہونے کا شرف حاصل تھا لیکن اپنی بداعمالیوں کے باعث انہیں اس منصب سے محروم ہونا پڑا اور اللہ نے انہیں معزول کر کے اس زمین پر اپنی نمائندگی کے لیے امت مسلمہ کا انتخاب کیا۔ چنانچہ سفر معراج کے دوران مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک نبی اکرم ﷺ کے زمینی سفر کی اصل معنویت یہی ہے کہ اصل قبلۂ اوّل یعنی بیت اللہ کے ساتھ ساتھ یہود کے قبلہ بیت المقدس کی تولیت بھی آنحضور ﷺ اور اُمت مسلمہ کو عطا کر دی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں جب یروشلم فتح ہوا تو عیسائیوں نے اس شرط پر شہر کی چابیاں مسلمانوں کے حوالے کی تھیں کہ وہ یہاں یہود کو داخل نہیں ہونے دیں گے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ یہود کا فلسطین پر کوئی حق نہیں بلکہ ان کا یہ قبضہ غاصبانہ اور ناجائز ہے۔ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بھی کہا تھا کہ اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے۔ مصورِ پاکستان علامہ اقبال نے فرمایا تھا ۔

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا

یعنی ابلیسی قوتیں اگر اسرائیل کے قیام کو جائز قرار دینے پر تلی ہوئی ہیں تو اس اصول کے تحت مسلمانوں کو بھی سپین واپس ملنا چاہئے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ یہود کے سازشی اور باغیانہ طرزِ عمل کے باعث ظہورِ اسلام سے قبل بھی اللہ کی طرف سے ان پر عذاب کے کوڑے برستے رہے ہیں اور آنحضور ﷺ کی بعثت کے موقع پر انہیں اسلام لا کر دنیا میں دوبارہ عزت وسربلندی اور اللہ کی رحمت کے حصول کا جو موقع دیا گیا تھا' اسے ضائع کرنے کی پاداش میں قرآن نے قیامت تک انہیں مغضوب علیہم اور راندۂ درگاہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ 70 عیسوی میں ان سے بیت المقدس چھین لیا گیا اور ارضِ فلسطین ان پر حرام کر دی گئی تھی چنانچہ 1917ء کے بالفور ڈیکلریشن تک گویا یعنی 1850 برس تک انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہ عیسائیوں نے دی اور نہ مسلمانوں نے۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد امت مسلمہ کو منصب امامت ملنے پر یہود حسد اور تکبر کی آگ میں جلنے لگے اور پہلے دن ہی سے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ چنانچہ قرآن نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ یہود تمہارے بدترین دشمن ہیں لہٰذا یہود ونصاریٰ کو کبھی اپنا دوست مت بنانا۔

ان حقائق کے پیش نظر اگر حکومت پاکستان نے امریکی دباؤ پر اسرائیل کو تسلیم کیا تو یہ دینی تعلیمات' تاریخی حقائق اور عدل وانصاف کے اصولوں سے انحراف اور مسلمانانِ پاکستان کی خواہشات کو کچلنے کے مترادف ہوگا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی)

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

محمد یعقوب عمر

اے نبیؐ! ان دیہاتیوں یا بدوؤں سے فرما دیجئے کہ تم اسلام لائے ہو جبکہ ایمان تو تمہارے حلقوم سے نیچے بھی نہیں اُترا۔ یہ اُن لوگوں کی بات ہو رہی ہے جو غلبہ دین اسلام ہو جانے کے بعد اجتماعی طور پر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ان میں عظیم اکثریت ان لوگوں کی تھی وہ اپنی کمر ہمت ٹوٹ جانے کی وجہ سے اسلامی افواج کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور اسلام کی بالادستی کو قبول کرتے ہوئے اب ان لوگوں نے گردنیں جھکا دیں۔ اللہ رب العزت سے دلوں کا حال کون بہتر جانتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

یہی حال اسلامیانِ پاکستان کا ہے۔ کہنے کو ہم سبؒ مومن اور مسلمان ہیں اور جو کوئی مسلمان کہلاتا ہے اُس کی زبان اور ہاتھ سے کسی بھی مسلمان بھائی کے دل اور دماغ کو اذیت نہیں ہونی چاہئے۔ جس مقصد کے تحت یہ ملک حاصل کیا گیا ہم الا ماشاء اللہ وہ مقصد حیات بھول چکے ہیں۔ رمضان المبارک جو ہمیں صبر و مصابرت سکھاتا ہے ہم اس سے بھی کچھ نہیں سیکھتے۔ موجودہ حکومت میں تو من حیث القوم ہمارے اخلاق کا جنازہ ہی نکل چکا صرف اور صرف آئینی طور پر ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باشندے ہیں۔

آج انسانیت جتنی دکھی ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہر کوئی سکون کی تلاش میں سرگرداں ہے لیکن ہم اپنے آپ کو محاسبہ اُخروی کے لیے تیار نہیں کر رہے۔ آپ بالغ نظر سے غور کریں تو یوں لگتا ہے ہم نے تہذیب مغرب کی بھی ہر برائی اختیار کر لی ہے۔ ہر وہ اچھائی جو تہذیب مغرب کے پاس ہے وہ چھوڑ رکھی ہے۔ رشوت کا بھاؤ اور بازار گرم سے گرم تر ہوتا جا رہا ہے زنا کو بہت فروغ ملا ہے۔ جوا تو گویا روزمرہ ضرورت میں شامل ہو گیا ہے۔ شراب پینا فیشن بنتا جا رہا ہے۔ اغوا ڈکیتی اب گویا اس قوم کا مقدر ہے۔ فراڈ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ خواتین بالخصوص مغربی تہذیب کی دلدادہ بن چکی ہیں۔ لباس حیا اتار دیا گیا ہے۔ جاگیرداروں نے دورِ غلامی کی یاد تازہ کر دی ہے۔ حکومت کرنا گویا سرمایہ داروں اور ڈنڈے والوں کا کام بن چکا ہے۔ یہ شریف اور پارسا لوگوں کا کام نہیں رہا۔ پسند کی شادیوں نے والدین کے احترام/ برتر حیثیت کو پامال کر کے انہیں دیوار کے ساتھ لگا دیا ہے۔ نماز اور روزے کی روح سے ہم تہی دامن ہو چکے۔ ہر سطح پر بے اصولی ہمارا اصول بن گئی۔ دولت کی نمائش دھونس دھاندلی گویا ہر بگڑے ہوئے سرکشوں اور متکبرین کا حق بن گیا ہے۔ ”جج پیسہ بناؤ“ میں مگن ہیں، عدالتیں بکتی اور تھانے فروخت ہوتے ہیں۔ قرآن سرچشمہ ہدایت کی بجائے پیسے لے کر قسم کھانے والی چیز بن کر رہ گئی ہے نہ کہ کائنات کے مالک کا کلام فقیر بھی کمانے کی چکر میں جگہیں ٹھیکہ پر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان کے ہاں مریض کی کھال اتارنے کے لیے اُسے پرائیویٹ کلینک پر ذبح کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے۔ تعلیم بکتی ہے۔ بچوں کی شادیاں، جہیز کے معیار پر ہوتی ہیں۔ قتل روزمرہ سرگرمیوں کا حصہ ہے۔ منافقت کو سیاست کا نام دے دیا گیا ہے۔

اب ایسے میں ثناخوانِ دین، اخلاقی قدروں کے حامل اداروں، حکومتی ذمہ دار عناصر کو سر پکڑ لینا چاہئے وگرنہ جس طرح پاکستان نے کرپشن میں نام کمایا اور یہ ملک جنگل کے قانون والی ریاست سمجھی جائے گی اور ناکام اسلامی ریاست ٹھہرے گی۔ اہل درد کو سوچنا اور تیزی سے آگے بڑھنا ہوگا۔ اس منتشر خیال قوم کی نظریاتی بنیادوں پر تربیت کے لیے اپنا کردار ادا کرنا پڑے گا ورنہ قوم کو زوال اور تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

”دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا“

^^

بقیہ: اداریہ

فوج کو اقتدار کی چاٹ لگا کر جنگ کی صلاحیت سے محروم کرنے کی سازش ایک عرصہ سے جاری ہے۔ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور میزائل سسٹم سے امریکہ کی دشمنی صرف اسرائیل کے تحفظ کے حوالہ سے ہے۔ جس اسرائیل کو گلے لگانے کے لئے مشرف حکومت بے تاب ہو رہی ہے، وہ کئی مرتبہ ہمارے ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت سے گٹھ جوڑ کر کے ہمارے ایٹمی اثاثہ جات تباہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکا ہے۔ اگر ہم دنیوی فوائد کے حصول کے لئے اسرائیل سے روابط استوار کرنا چاہتے ہیں تو ہم ایسے فوائد پر ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں جو اللہ اور اس کے دشمن کو گلے لگانے سے حاصل ہوں۔ اسلام دشمنی بلکہ صحیح تر الفاظ میں حق کی دشمنی یہودیوں کی رگ رگ میں بسی ہوئی ہے، اسی حق دشمنی کی وجہ سے انہوں نے پیغمبروں کو ناحق قتل کیا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ دنیا میں خونریزی کرنے کے لیے اور انسانوں کو انسانوں سے لڑانے کے لئے خفیہ سازشیں کرنا ان کی جبلت کا حصہ ہے۔ گویا مسلمان اگر اسلام یعنی حق پر قائم ہیں تو یہودی ان کے لازماً دشمن ہوں گے، یہ کوئی جذباتی بڑھک نہیں ہے تاریخ کا سبق ہے۔ اگر ہم دوستی کی خواہش میں اُن سے بغل گیر ہوتے ہیں تو وہ لازماً ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپ دیں گے۔ بلکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امریکہ کی شہ اور سرپرستی کی وجہ سے ان کی دشمنی نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے لیکن ان کی دوستی مکمل تباہی کا باعث بنے گی۔ کوئی محبت آمیز کوشش بچھو کو ڈنگ مارنے سے نہیں روک سکتی۔ ہماری حکومت سردست اسرائیل سے صرف روابط قائم کرنے کی بات کر رہی ہے اور اسے تسلیم کرنے کی تردید کر رہی ہے۔ البتہ تسلیم کرنے کے حوالے سے بڑے بودے اور غیر منطقی دلائل ایک عرصہ سے دیئے جا رہے ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم ان شاء اللہ اس کا بھرپور اور مدلل جواب دیں گے اللہ کرے اس کی نوبت نہ آئے۔ ہم صدر مشرف کی خدمت میں درخواست کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کو روشن خیالی کی تھپکیاں دے کر غفلت کی نیند سلانے کی بجائے خود بھی مرد مجاہد بنیں اور اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے امت میں بیداری کی لہر پیدا کریں۔ ہم آخر میں ان کی خدمت میں مفکر اسلام اور مبشر پاکستان علامہ اقبال کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری!

عورتوں کی تعلیم ضروری تو ہے مگر......

روزنامہ آواز میں عورتوں کی تعلیم کی اہمیت کے بارے میں ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں خاص طور پر دیہاتی لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا گیا ہے۔ چند دن قبل وزیر تعلیم نے اس امر کی شکایت کی تھی کہ دیہات اور چھوٹے شہروں کے 74 فیصد لوگ اپنی بچیوں کو تعلیم نہیں دلواتے۔ یہ تمام باتیں صحیح ہیں مگر ہمیں یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ ایسا کیوں ہے؟ اسلام نے تو مرد اور عورت دونوں کے لئے تعلیم کا حصول ضروری قرار دیا ہے تو پھر بعض والدین اپنی بچیوں کو کسی سکول یا کالج میں بھیجتے وقت کیوں ہچکچاتے ہیں؟ بات بہت سیدھی ہے۔ جب والدین' ہماری درسگاہوں کا ماحول' یہاں کا نصاب اور آخر کار ان کے نتائج دیکھتے ہیں تو گھریلو تعلیم کو سکولوں اور کالجوں کی تعلیم پر ترجیح دیتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے قدرتی وظائف یا ان کے فطری فرائض جدا جدا ہیں' لیکن ہم اس قدرتی فرق کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے۔ تعلیم کا مقصد مردوں کو بہتر مرد اور عورتوں کو بہتر عورت بنانا ہونا چاہئے' عورتوں کو مردانہ صفات سے لیس کرنا نہیں ہونا چاہئے۔ علاوہ ازیں ہماری درسگاہیں مذہب سے لاتعلق ہو چکی ہیں۔ موجودہ تعلیم ہماری بچیوں کو اسلام سے دور تر کرتی جارہی ہیں۔ اگر حکومت واقعی چاہتی ہے کہ ملک میں شرح خواندگی بڑھے اور خاص طور پر لڑکیاں زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کریں تو پرائمری جماعتوں ہی سے بچیوں میں شرم و حیاء اور عفت و عصمت کا احساس اجاگر کیا جائے۔ زنانہ درس گاہوں میں مردوں کا داخلہ بند کیا جائے۔ تمام تقریبات میں خواتین ہی مدعو ہوں اور وہی بچیوں میں انعامات تقسیم کریں۔ ہمارے تین چار بڑے شہروں کا آزاد کلچر پورے ملک کا کلچر نہیں دیہات اور قصبوں کے 74 فیصد لوگ اس کلچر کو سخت ناپسند کرتے ہیں اور اس سے سخت نالاں ہیں' لہٰذا اس بڑی آبادی کو تعلیم کی طرف راغب کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انہی کے صحیح اور اصل کلچر کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیمی نظام کو مرتب کیا جائے۔

(سید مظہر علی ادیب)

حسرتِ تعمیر

عبدالمالک ملتانی

نشاۃِ ثانی کا داعی اور تھا اس کا نقیب
حسرتِ تعمیرِ ملّت اُس کے دل کے تھی قریب

یہ سبق دیتا تھا' سب افراد ہیں اعضائے قوم
ایک کے دکھ میں رہیں شامل سبھی ابنائے قوم

ہے یہی تعلیم قرآں کی' یہی درسِ رسولؐ
ہے یہی اسلام کی تہذیب کا زریں اصول

یاد اس کو نکتۂ شرعِ مبیں تھا اک یہی
کوئی بھی محتاج بندوں کا نہ ہو ہرگز کبھی

کھیت سے دہقان کو روزی نہ مل پائے اگر
ایسی کھیتی کو لگا دو آگ بے خوف و خطر

خالق و مخلوق میں حائل نہ ہو پردہ کوئی
ہیں یہ پیرانِ معابد' شرفِ آدم کی نفی

ہے زباں سے لا الٰہ کہنا بہت آساں مگر
ہوں نگاہ و دل مسلماں' یہ ہے کانٹوں پر سفر

جانتا تھا' کیا حقیقت میں ہے کاروبارِ سود
ایک کی بھر کر تجوری' لاکھ مٹتے ہیں وجود

آشیاں بندی میں شاہیں کے لئے عزت نہیں
اس کے بال و پر کے آگے' کیا فلک' کیا ہے زمیں

رزق سے پرواز میں آتی ہو کوتاہی اگر
ہے یہ بہتر موت کو طائر رکھے مرغوب تر

وہ کفِ افسوس ہی ملتا تھا اس پر بار بار
تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا کی تار تار

مرکزِ ملّت کو جب تحلیل تُرکوں نے کیا
سارے ہی اجزا کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا

پھر تو ملّت کا کوئی بھی وارث و والی نہ تھا
وہ چمن کیا پھولتا جس کا کوئی مالی نہ تھا

قافلہ باقی رہا پھر' اور نہ میرِ کارواں
جب نہ ہو منزل نگاہوں میں تو شوقِ رَم کہاں

وہ یہ کہتا تھا' بُتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر
ایک ہی ملّت میں گم' باہم ہوں سب شیر و شکر

کوئی تو ویراں کدے میں مردِ حق آگاہ ہو
ہو دیا روشن کوئی اور دل سے دل کو راہ ہو

فتنۂ تاتار سے یہ ہو چکا ہے آشکار
بتکدے سے بھی حرم کو مل چکے ہیں جاں نثار

جمعیت اقوام کی کچھ فیض دے سکتی نہیں
ہو نہ گر جمعیتِ آدم پہ انساں کو یقیں

ہے عجب تہذیب حاضر کی فسوں کاری کا رنگ
الفت حیوانوں سے اور انسان سے اعلانِ جنگ

ہے جو تہذیبِ حجازی صقلیہ میں اب دفن
یاد اس کی ذہن کو دیتی رہی رنج و محن

قرطبہ کی مسجدِ مرحوم اس کی راز داں
اس کی محرابوں سے دردِ دل کیا اس نے بیاں

سادہ و رنگین کتنی ہے حرم کی داستاں
اس نے دو لفظوں میں کر دی یہ کہانی سب بیاں

خانقاہی فکر کو اس نے کہا راہِ فرار
دین میں رہبانیت کا ہے تصوّر ناگوار

بتکدے میں ہند کے دیتا رہا وہ خود اذاں
برہمن زادے کے منہ میں ابنِ آزر کی زباں

بند صدیوں سے ہی امت پر ہے راہِ اجتہاد
اس کو تھا تقلیدِ جامد اور جہالت سے عناد

آرزو اس کی مگر اک حسرتِ ناکام تھی
اس کی ہر کاوش ہی شاید سعیٔ بے انجام تھی

تھی حقیقت میں بہت پُر سوز گو "بانگِ درا"
کارواں اس کا نہ پھر بھی جادہ پیما ہو سکا

ہم نے اس پیغام کو سُر تال میں گم کر دیا
یہ ہنر قوال کا' اور لَے مغنّی کی بنا

اس کے معنی تک رسائی اب ہمیں حاصل نہیں
ملّتِ بیضا میں کوئی جوہرِ قابل نہیں

جن کی منزل وہ سمجھتا تھا فلک سے ماورا
ہے محض لہو و لعب ہی آج ان کا منتہا

اب سحر خیزی نہ آہِ نیم شب کا ہے مزاج
رقص و موسیقی میں ہے بیداریٔ شب کا رواج

ہم تو تیرے دین سے آزاد ہیں منہ موڑ کر
راستہ اپنا لیا ہے تیرا رستہ چھوڑ کر

بعد اس کے دوسرا آیا نہیں 'دانائے راز'
لوٹ کر آئی نہ پھر اب تک 'نسیمِ از حجاز'

یاد اب گزرے دنوں کی ہے' نہ ذکرِ دوش ہے
فکرِ فردا کی ہے' نہ امروز کا کچھ ہوش ہے

ہے یہی بس داستاں اب عالمِ اسلام کی
ظلم اور تحقیر کی' تذلیل کی' دشنام کی

کور چشمی ہو گیا ہے مستقل اپنا چلن
اجتماعی خودکشی کی راہ پر ہیں گامزن

خود رہے دست و گریباں' مدتوں باہم دگر
ملّتِ مرحوم کی حالت سے ہو کر بے خبر

خرمنِ ہستی میں ہم نے خود لگا ڈالی ہے آگ
خود اجاڑا اپنے ہی ہاتھوں سے اس گھر کا سہاگ

اپنے گھر کو پھونک کر' محوِ تماشا ہم رہے
پھر شکایت اور گلہ کس سے یہ چشمِ نم کرے

یوں ہی صدیوں سے بھٹکتا پھر رہا ہے قافلہ
ہر قدم پر راہِ بطحا سے بڑھا ہے فاصلہ

اپنی بربادی سے ہم نے کچھ سبق پایا نہیں
مطمئن ہیں سب ابھی یومِ حساب آیا نہیں

"وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا"

تحریک اخوان المسلمین کے بانی

شیخ حسن البناء شہید

سید قاسم محمود

مارچ 1928ء (ذی قعد 1347ھ) میں حسن البناء نے اپنے مکان پر حافظ عبدالحمید' احمد الحصری' فواد ابراہیم' عبدالرحمٰن حسب اللہ' اسماعیل عزاور زکی مغربی سے ملاقات کی۔ یہ چھ غیور مسلمان جذبۂ عمل سے سرشار تھے اور اسلام کی سربلندی کے لیے کسی ''عملی پروگرام'' کے طالب تھے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے حسن البناء کو اپنا مرکزِ نظر بنایا اور اصلاحی کام کا منصوبہ پیش کر کے اُن پر رہنمائی اور قیادت کی ذمہ داری ڈال دی۔ موصوف نے پوری کشادہ دلی کے ساتھ یہ ذمہ داری قبول کی اور ان میں باہمی عہد و بیعت ہوئی کہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے مسلسل اور ان تھک جدوجہد کریں گے۔ سوال پیدا ہُوا' کس نام سے ہم اپنے کو موسوم کریں؟ انجمن' کلب' سلسلہ' یونین' ایسوی ایشن یا کچھ اور' تاکہ ہم ایک قانونی حیثیت (رجسٹریشن) حاصل کر سکیں' جس کا جواب حسن البناء کی طرف سے یہ تھا کہ نہ یہ نہ وہ۔ اسماء و مظاہر پر ہماری توجہ نہ ہونی چاہیے۔ ہمارے اس پہلے اجتماع کی بنیاد ایک مخصوص طرزِ فکر اور عملی و معنوی حقائق ہونا چاہئیں۔ ہم اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا ہم ''اخوان المسلمین'' ہیں اور یہ کافی ہے۔

اس طرح باتوں باتوں میں اچانک جو خیال آیا تھا' وہ بیسویں صدی کی دُنیائے اسلام کی سب سے بڑی احیائی تحریک کا مستقل نام ہو گیا۔ تحریک کے اندر داخل ہونے سے پہلے مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائدِ اوّل اور بانی حسن البناء کے ذاتی حالات کی جستجو کی جائے۔

آپ کا بچپن اور ابتدائی تعلیم

حسن البناء اکتوبر 1906ء میں محمودیہ کے ایک مایہ ناز علمی و ادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ محمودیہ کا قصبہ قاہرہ کے شمال مغرب میں 144 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آپ کے والد احمد بن عبدالرحمٰن البناء (متوفی 1960ء) جامعۃ الازہر کے فارغ التحصیل' عالمِ دین' حدیث' فقہ اور دینی علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔ علمِ حدیث پر پانچ کتب کے مصنف تھے۔ ان میں ایک کتاب 23 جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ کی متعدد کتب مثلاً ''الفتح الربانی فی ترتیب مسند امام احمد شیبانی' بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی' منتخب المسعود اور قصص الاسلامیہ وغیرہ علمائے دین سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ احمد البناء مفتی محمد عبدہٗ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں مذہب' اسلامی قانون' فقہ' نحو' حدیث اور علم الکلام وغیرہ پر مشتمل کتب کا نہایت قیمتی اور نادر ذخیرہ موجود تھا جو آپ کی اولاد خصوصاً حسن البناء کے کام آیا۔ آپ قصبے کی مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ فارغ وقت میں گھڑی سازی کا کام کرتے تھے۔ آپ کے حلقۂ احباب میں مصطفیٰ المراغی اور محب الدین الخطیب جیسی معتبر علمی شخصیات شامل تھیں۔

احمد البناء اپنے بیٹے حسن البناء کے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''ایک عرصے تک میرے یہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہُوا' یہاں تک کہ مجھے بچے کی تمنا ہونے لگی۔ تب میں نے اللہ سُبحانہٗ و تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ایک صالح فرزند عطا فرمائے۔ اُس زمانے میں میری نظر ایک چھوٹے سے بچے پر پڑی جو نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ مجھے بہت ہی پیارا لگا۔ تب میں نے مزید دُعا کی کہ میرا بچہ ایسا ہی نماز پڑھنے والا ہو جیسے یہ بچہ پڑھ رہا ہے اور ہر لحاظ سے بہت ہی حَسن (اچھا) ہو۔ میری دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بچہ عنایت فرمایا اور میں نے اُس کا نام حسن رکھا' اس لیے کہ جب میری شادی ہوئی تھی تو میری والدہ نے میری بیوی کو ''اُم حسن'' کہہ کر پکارا تھا۔ یہ بچہ جب چار سال کا ہُوا تو میں نے اس کو قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ وہ برابر ترقی کرتا گیا' یہاں تک کہ تین سیپاروں کے علاوہ باقی تمام قرآن مجید حفظ کر لیا۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو دمنہور کے ابتدائی سکول ''مدرسۃ المعلمین'' میں داخل کرادوں۔

دمنہور محمودیہ کے جنوب مغرب میں 21 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ابتدائی سکول تو محمودیہ میں بھی تھا لیکن دمنہور کا سکول علاقے میں زیادہ مقبول اس لیے تھا کہ اُس کے پرنسپل اُستاد بشیر الاسوتی مُوسیٰ تھے۔

احمد البناء مزید لکھتے ہیں: ''میں نے ایک دن حسن کو بُلایا۔ وہ بڑا ہی سعید اور فرماں بردار بچہ ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ بیٹا میں چاہتا ہوں کہ تم کو ''مدرسۃ المعلمین'' میں داخل کرادوں' لیکن وہاں صرف اُن بچوں کو داخل کرایا جاتا ہے جو حافظِ قرآن ہوں' لیکن تمہارا حفظِ قرآن ابھی پورا نہیں ہُوا۔ بتاؤ کیا ہونا چاہیے؟ اُس نے کہا' ابا جان جو آپ کی مرضی ہو۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ میں نے کہا' ایک تختی لے آؤ۔ پھر میں تختی پر چند آیات لکھ کر دے دیتا تھا اور حسن یاد کر لیتا تھا۔ یہاں تک کہ بہت تھوڑے عرصے میں اُس نے بقیہ تین پارے بھی حفظ کر لیے اور وہ مدرسے میں داخل ہو گیا۔''

داخلے کے وقت حسن کی عُمر آٹھ سال تھی۔ ''مدرسہ المعلمین'' دراصل ''مدرسہ ارشاد دینیہ'' کے تحت پرائمری سطح سکول تھا۔ یہ 1905ء میں اُستاد محمد زہران نے قائم کیا تھا۔ استاد محمد زہران کا شمار مصر کی ممتاز شخصیات میں ہوتا تھا۔ حسن کی شخصیت اور کردار سازی کی تکمیل میں استاد زہران کی تربیت نے مرکزی کردار ادا کیا۔ ان کے علاوہ رشید رضا' فرید وجدی اور محب الدین الخطیب کی تحریروں سے بھی آپ متاثر تھے۔ ''مدرسہ ارشاد'' کی طالب علمی کے دوران ایک عجیب واقعہ ہُوا۔ حسن ایک دن نہر محمودیہ کے کنارے سیر و تفریح کے لیے گیا۔ وہاں اُس نے ایک بادبانی کشتی کے مستول پر آویزاں' خلافِ تہذیب' ایک ننگی عورت کا مجسمہ دیکھا۔ اُس کے اندر غصے اور بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ سلیم الفطرت بچہ فوراً پولیس اسٹیشن پہنچا اور کہا کہ یہاں ایسے مجسموں کا نصب ہونا کسی طرح مناسب نہیں۔ نیک دل تھانیدار بچے کی اس ایمانی غیرت سے بہت متاثر ہوا۔ اُس کے مطالبے پر لبیک کہتا ہوا فوراً موقع پر پہنچا کشتی کے مالک کو تنبیہ کی اور مجسمہ فوراً اتارنے کا حکم دیا۔ اس طرح دس برس کا بچہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حسن البناء میں قیادت کی صلاحیت بچپن ہی سے ودیعت کی گئی تھی۔ چنانچہ پرائمری کے بعد مڈل کلاسوں میں بھی وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے آگے تھے اور طلبہ کی قیادت کے لیے نامزد تھے۔ جس وقت مدرسے میں ''انجمنِ اخلاقِ حسنہ'' کی تشکیل ہوئی تو اُن کے ساتھی طلبہ نے اُنہی کو اِس انجمن کا صدر منتخب کیا۔

حسن نے سکول سے باہر بھی ایک اور انجمن بنائی' جس کا نام ''انجمن انسدادِ محرمات'' رکھا' جس کا میدانِ عمل اِس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے گئے۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ ہر ایسے شخص کو خط و کتابت کے ذریعے متنبہ کیا جاتا جو محرمات کا مرتکب ہوتا اور شعائرِ اسلامی کو ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتا تھا۔

اُن کے والد احمد البناء نے ''مدرسہ ارشاد دینیہ'' کی تعلیم کے دوران اپنے بیٹے کو شیخ عبدالوہاب حصافی کی طرف رجوع کیا۔ گویا وہ تصوف کے سلسلہ حصافیہ وشاذلیہ میں بیعت ہوئے۔ حسن نے اپنے حصافی بھائیوں کے ساتھ مل کر ''انجمن حصافیہ اصلاحیہ'' قائم کی اور خود اس انجمن کے معتمد کے فرائض انجام دیے۔ اس انجمن کے دو بنیادی مقاصد تھے:

(1) اخلاقِ حسنہ اختیار کرنے اور پھیلانے کی دعوت' منکرات اور محرمات کا انسداد۔

(2) مسیحی تبلیغی انجمنوں کا مقابلہ جو شہر میں علاج، تعلیم، کشیدہ کاری اور بچوں اور بچیوں کی امداد کے بہانے عیسائیت کا پرچار کر رہی تھیں۔

حسن البناء جب مدرسے کے آخری سال میں تھا تو قاہرہ میں دارالعلوم (قائم شدہ 1872ء) کی نئی تنظیم ہوئی۔ نئی تنظیم کے وقت نصاب میں علوم عربیہ کے علوم جدیدہ بھی شامل کیے گئے۔ اُن کے والد نے سوچا کہ حسن کو دارالعلوم میں داخل کرایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے بیٹے سے مشورہ کیا تو پھر آخری رائے یہ ہوئی کہ یہ سال یہیں پورا کر لیا جائے' اور پورا سال دارالعلوم میں داخلے کے لیے پوری تیاری کی جائے۔ اس کے لیے انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ علوم نقلیہ (یعنی حدیث' فقہ وغیرہ) میں تیاری آپ کرا دیں اور علوم عقلیہ (ریاضی' اقلیدس وغیرہ) میں خود تیار کر لوں گا۔ اور پھر وہ قاہرہ چلے گئے۔

جب حسن قاہرہ آئے تو مدرسہ ''دارالعلوم العلیا'' میں داخل ہوئے جو اب دارالعلوم کالج' قاہرہ یونیورسٹی کہلاتا ہے۔ یہاں آتے ہی ''جمعیۃ مکارم اخلاق اسلامیہ'' میں شامل ہو گئے۔ اُس وقت قاہرہ میں یہ تنہا ایک دینی جماعت تھی۔ حسن پابندی سے اس جمعیت کے لیکچروں اور دوسری سرگرمیوں میں شریک ہوتے رہے' اور بعض مساجد میں ممتاز باعمل علماء کے مواعظ میں حاضری دیتے رہے۔

لیکن قاہرہ میں اُن کو فسق و فجور' عام معاشی انتشار اور اسلامی اخلاق سے بیگانگی نظر آئی۔ اس سے اُن کو احساس ہوا کہ صرف مساجد کی دینی تعلیم لوگوں تک عام کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ اس موقع پر اُن کی تخلیقی عقلیت اور جدّت طرازی ظاہر ہوئی کہ عام لوگ جو مسجدوں میں نماز کے لئے نہیں آتے' وہ وعظ و نصیحت کے لیے مسجد میں آنے والوں سے زیادہ ضرورت مند ہیں' جبکہ اُن کی تعداد بھی نمازیوں سے بہت زیادہ ہے۔ یہ لوگ دینِ اسلام سے بالکل بے تعلق اور پند و مواعظ سے بیگانہ ہیں' لہٰذا کیوں نہ ہم خود دعوتِ اصلاح لے کر اُن کے پاس جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے دارالعلوم کے بعض ساتھیوں اور کچھ جامعہ الازہر کے دوستوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی چائے خانوں اور پبلک سوسائٹیوں' حلقوں اور انجمنوں میں جا کر دعوت پیش کی جائے۔ پہلے پہل تو احباب کو اس خیال پر بہت تعجب ہوا اور ناپسند کیا' لیکن قرار یہ پایا کہ اس کے قبول یا عدم قبول کا فیصلہ تجربے پر موقوف رکھا جائے۔ چنانچہ تجربہ کیا گیا' اور پہلے قدم ہی پر کامیاب رہا۔ اس سے آئندہ عمل کے لیے ہمت افزائی ہوئی۔ احباب کی ایک جماعت گرمیوں کی تعطیلات میں شہروں اور دیہات میں دعوت پھیلانے کے لیے تشکیل دی گئی۔ اس جماعت کی سرگرمیوں کے نتیجے میں ایک طرف تو دعوت دینے والوں کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوئی اور دوسری طرف عوام میں مقبولیت اور نیک نامی حاصل ہوئی۔

انہی دنوں ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا کے انقلاب' خلافت کے خاتمے اور دین و سلطنت کی علیحدگی کے نتیجے میں مصر میں لادینیت اور آزادگی کا ایک سیلاب اُمنڈ آیا۔ ''ڈیموکریٹک پارٹی'' کی بنیاد رکھی گئی جو منصۂ وجود میں آنے سے پہلے ہی زیر زمین ہو گئی۔ اس کا پروگرام آزادی اور جمہوریت کے سوا کچھ اور نہ تھا' اور آزادی اور جمہوریت کی دعوت اس وقت اخلاقی آوارگی اور بے حیائی کے پھیلاؤ اور نشر و اشاعت کا دوسرا نام تھا۔ روزنامے' ماہنامے اور کتابیں ابلنا شروع ہو گئیں' جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ دین کے اثر کو کمزور کیا جائے اور مصریوں کے سینے ایمان سے یکسر خالی کر دیئے جائیں' تاکہ ''ڈیموکریٹک پارٹی'' کے اغراض و مقاصد کے مطابق اہل مصر فکری و عملی آزادی سے بہرہ مند ہو سکیں۔

بے دینی کے اس سیلاب کا اسلامی حلقوں میں بالعموم اور حسن البناء کے دل پر بالخصوص بہت گہرا اثر ہوا۔ حسن اپنے ملنے جلنے والوں اور علماء و شیوخ میں جہاں جہاں وہ پہنچ سکتے تھے' اپنے خیالات کا برملا اظہار کرتے اور اپنے دل کا درد اُن کے سامنے رکھتے اور پوچھتے کہ مداوا کیا ہے؟ اس ضمن میں وہ سید رشید رضا' شیخ وجودی' شیخ محمد خضر حسین اور سید محب الدین خطیب جیسے اکابرین سے ملتے اور لادینیت کا مقابلہ کرنے کے لیے فعال' مثبت اور تعمیری تحریک چلانے پر زور دیتے۔ بالآخر اُن کی یہ کوششیں بارآور ہوئیں اور اس طرح مجلّہ ''الفتح'' کا اجراء ہوا اور پھر ''جمعیۃ الشبان المسلمین'' وجود میں آئی۔ یہ جمعیت وائی ایم سی اے کے طرز پر مصر کی وسیع ترین تہذیبی' ثقافتی اور اسلامی انجمن ہے جس کی شاخیں نہ صرف مصر کے مختلف شہروں اور قصبوں' بلکہ مصر سے باہر اکثر ممالک میں پھیلی ہوئی ہیں' اور وہ مصر کے متوسط اور اونچے طبقے کے افراد کو اسلام سے قریب لانے کا مؤثر ذریعہ ہے۔

دارالعلوم کے آخری سال 1927ء میں آپ کو جو مقالہ تحریر کرنے کے لیے دیا گیا' اس کا عنوان سوالیہ تھا: ''تکمیل تعلیم کے بعد تیری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟'' اس کے جواب میں حسن البناء نے جو مقالہ تحریر کیا' اس میں انہوں نے اپنے مستقبل کا نقشہ پوری صراحت کے ساتھ پیش کر دیا تھا' جو آئندہ شمارے میں ہدیۂ قارئین ہوگا۔

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر لڑکی عمر 24' سال ایم اے (ہسٹری) پارٹ ٹو کی طالبہ کے لیے برسرروزگار اور دینی مزاج کے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ:
محمد افضل: 0300-4082835

محقق العصر حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی (لندن) دامت برکاتہم کے قلم سے علمی کتب

تعلیمی سیٹ
★ آثار التشریع (2 جلد) ★ آثار الاحسان (2 جلد)
★ آثار التنزیل (2 جلد) ★ آثار الحدیث (2 جلد)
مطالعہ بریلویت (8 جلد)

خلفاء راشدین عبقات — رافضیوں کے ایک ہزار سوالوں کے جواب

مطالعہ قادیانیت
قادیانیوں کو سمجھنے کا آسان راستہ عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت
★ عقیدۃ الامم

مطالعہ عیسائیت
★ کتاب استفسار (1 جلد)

کتب ملنے کے پتے:
مکتبہ قاسمیہ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

ضرورت رشتہ
راجپوت فیملی دو بہنیں عمر 25-24 سال ایف اے، بی اے کیلئے نیک سیرت پڑھے لکھے نمازی لڑکے کا رشتہ درکار ہے 27 سالہ لڑکے کیلئے نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رجوع کریں۔
احسان الحق خان نازی ناظم دار المعارف $\frac{1}{3}$ دیو سماج روڈ سنت نگر 7351283

تنظیم اسلامی لاہور کے زیر اہتمام اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے اور سودی معیشت کے خاتمے کے لیے مظاہرہ

تنظیم اسلامی لاہور کے زیرِ اہتمام 5 ستمبر بعد نمازِ عصر پریس کلب کے سامنے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے اور ملک میں جاری سودی معیشت کے خاتمے کے لیے ایک پرامن مظاہرہ ہوا جس میں سینکڑوں رفقاء تنظیم اسلامی نے شرکت کی ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی مرزا ایوب بیگ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا پاکستان کی نظریاتی بنیادوں پر کلہاڑا چلانے کے مترادف ہے۔ اسرائیل سے رابطوں کو مفید قرار دینے اور اُسے تسلیم کرنے کے لیے دیئے جانے والے دلائل بڑے بودے اور غیر منطقی ہیں سوال یہ ہے کہ کیا ہم ''جس کی لاٹھی اُس کی بھینس'' کے جبر کو قانونی شکل دینا چاہتے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ نے مشرق وسطیٰ کے سینہ میں اسرائیل کا خنجر اِس لیے پیوست کیا تھا کہ تا کہ علاقے میں معدنی وسائل سے عالم اسلام کو محروم کیا جا سکے۔ قائداعظم اور علامہ اقبال کو اپنا سیاسی اور فکری قائد قرار دینے والے اور اُن کی فرمودات کی دن رات قوالی کرنے والے اسرائیل اور یہودیوں کے بارے میں اپنے قائدین کے ریمارکس کا از سرِ نو جائزہ لیں، قائداعظم نے اسرائیل کو مغرب کا ناجائز بچہ قرار دیا تھا اور علامہ اقبال عمر بھر اپنے کلام میں یہودیوں کی سازشوں کا پردہ چاک کرتے رہے۔ ہمارے حکمرانوں کو تاریخ کا یہ سبق فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ جس قوم کی نظریاتی سرحدیں برقرار نہ رہ سکیں اُس کی جغرافیائی سرحدیں بھی محفوظ نہیں رہتیں۔ آج کے دور میں سویت یونین کی شکست وریخت اِس کی واضح مثال ہے۔ قوم کو متحد ہو کر اسرائیل سے رابطے کرنے کی حکومتی کوششوں کی بھرپور مزاحمت کرنی چاہیئے۔ امیر تنظیم اسلامی لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے کہا کہ تنظیم اسلامی کے رفقاء آج اس مقام پر اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ حکومت وقت کی غیر اسلامی' معاشی اور سیاسی سرگرمیوں کے خلاف احتجاج کریں۔ عوام الناس کو بتائیں کہ عمائدین حکومت روشن خیالی اور جدید اسلام کے نام پر کس طرح انہیں گمراہ کر رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے خلاف بغاوت پر اکسا رہے ہیں۔ گذشتہ حکومت کے دور میں سود کی حرمت کے خلاف سپریم کوٹ کا فیصلہ آ گیا تھا، تمام فکر مکتبہ کے علماء اور سیکولر ذہن کے وکلاء عدالت میں اپنا موقف پیش کر چکے اور عدالت قرآن حکیم کے حق میں فیصلہ دے چکی ہے تو موجودہ حکومت نے آ کر اس کیس کو ری اوپن کرا کے روگردانی کے طریقے نکال لئے۔ سودی معیشت ایک ایسی لعنت ہے کہ عالمی ماہرین معیشت بھی اب اس کے خلاف ایمان لا چکے ہیں۔ افراطِ زر، بے روزگاری، مہنگائی اور کرنسی کی قوت خرید میں کمی تو وہ دنیاوی نقصانات ہیں جو موجودہ دور میں سامنے آئے ہین لیکن ہمارے لیے تو اللہ کا فرمان سب سے مقدم ہے کہ سود کو چھوڑ دو ورنہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ اور آج ہم بالفعل اللہ اور اس کے رسول سے برسرِ پیکار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے قول کے مطابق سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا اپنی ماں سے بدکاری کے مترادف ہے۔ لہٰذا اس گناہ کی شناخت اتنی زیادہ ہے کہ اس سے حد درجہ پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ آج کل جس درجے میں جوئے اور لاٹری کو رواج دیا جا رہا ہے وہ بھی غور طلب معاملہ ہے۔ سٹاک مارکیٹ میں، پلاٹوں کی شکل میں، غرضیکہ ہر جگہ سٹہ، جوئے اور لاٹری کا دور دورہ ہے۔ اور ہر چیز بیچنے کے لیے لاٹری کے ذریعے ترغیب دلائی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ اب حکومتی سطح پر بھی فنڈز اکٹھے کرنے کے لیے بھی لوگوں کو جوئے اور لاٹری کی طرف لگا دیا گیا ہے۔ غریب لوگوں کی جیبوں سے پچیس اور تیس روپے کی شکل میں ان کی آخری پونجی بھی اس لالچ میں نکلوائی جا رہی ہے کہ انہیں کروڑوں روپے دیئے جائیں گے۔ یہ غریب کے استحصال کا بدترین نظام ہے۔ کروڑ روپے تو شاید ایک شخص کو ملیں یا وہ بھی نہ ملیں لیکن کروڑوں کی جیب سے ایک وقت کے کھانے کے پیسے ضرور نکل جائیں گے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ لوگ اس ماڈرن ڈاکے کو سمجھیں اور اس گناہ بے لذت میں شریک ہو کر اللہ اور اکے رسول کے گناہ گار نہ بنیں۔ موجودہ حکومت کا نیا شوشہ اسرائیل سے سیاسی تعلقات استوار کرنے کا ہے۔ وہ ریاست جو مغربی دنیا کی بد دیانتی اور ظلم واستحصال کی علامت ہے اُسے ہماری حکومت تسلیم کرنے کی سند عطا کرنے جا رہی ہے۔ یہ وہی ریاست ہے جس کے بارے میں قائداعظم کے تاریخی الفاظ ہیں کہ (Illegitimate child of the west) مغرب کی ناجائز اولاد، اور یہ وہی ریاست ہے جس کے عمائدین کو آج سے 55 سال قبل ہمارے ملک کے پہلے وزیراعظم نے جواب دیا تھا کہ (Gentlemen our souls are not for sale) یہ وہی ریاست ہے جس نے نصف صدی سے فلسطینیوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے ہوئے ہیں، جس نے ایک خطہ کے جائز حقداروں کو دربدر کیا ہوا ہے، جن کی نسلیں کیمپوں میں جوان ہوئی ہیں، وہ ملک جو آج بھی دیدہ دلیری سے فلسطینیوں کا قتل عام کر رہی ہے اس کو ہماری حکومت سند جواز بخشنے جا رہی ہے۔ یہ وہی یہودی ہیں جو ہمارے نبی اکرم ﷺ کے ازلی دشمن تھے اور ہیں۔ جو اسلام کے نام پر بننے والے ملک کے دشمن ہیں۔ اللہ اور اس کے باغیوں سے روابط بڑھانا اسلام دشمنی ہے۔ اسرائیل کو تسلیم کرنا نظریہ پاکستان کی نفی ہے اسلامی روایات اور عوامی خواہشات پر بغاوت ہے۔ مظاہرے میں شریک تنظیم اسلامی کے سینکڑوں مظاہرین نے بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے۔ جو درج ذیل عبارتوں پر مشتمل تھے۔ (1) یہود ہنود سے دوستی نہیں منظور ایسی امن وآتشی (2) سودی معیشت یہودی معیشت (3) اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ (المائدہ۔ 51) (4) اسرائیل نامنظور (5) سود اور جوا تمام الہامی مذاہب میں حرام ہے (6) کیا تم کتاب کے کچھ احکام کو مانتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو؟ (البقرہ:85) شراب، زنا اور سؤر حرام کیا سود، جوا اور لاٹری حلال؟ (7) سودی قرضے مہنگائی اور بے روزگاری کا سبب۔

مرتب: وسیم احمد
(نائب ناظم نشر واشاعت)

ماہانہ دعوتی اجتماع و شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی لاہور شرقی بحمد اللہ پچھلے آٹھ ماہ سے ماہانہ طور پر دعوتی و تربیتی پروگرام کا اہتمام کر رہی ہے۔ یہ پروگرام مہینے کے تیسرے ہفتے کو بعد نماز مغرب دعوتی اجتماع اور عشاء کے بعد شب بیداری پر مشتمل ہوتا ہے۔ جو اتوار کی صبح نماز فجر ادا کرنے کے بعد اختتام پذیر ہوتا ہے۔ 20 اگست بروز ہفتہ کو اس ماہ بھی اجتماع طوبیٰ گرلز کالج ٹاؤن شپ میں منعقد ہوا۔ اس بار دعوتی اجتماع کا موضوع ''قیام پاکستان اور ہماری ذمہ داریاں'' رکھا گیا تھا۔ جس کے لیے ناظم اعلیٰ تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق صاحب کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو پاکستان کی صورت میں عظیم نعمت سے نوازا لیکن ہم نے اس کی بے قدری کی اور اپنے عہد سے بے وفائی کی جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو دولخت کر دیا۔ 58 سال گزرنے کے باوجود اپنی روش بدلنے کو تیار نہیں۔ پاکستان لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل ہوا۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کے نعرے پر تمام قوم ایک ہوگئی تھی لیکن پاکستان میں اسلام اور لا الٰہ الا اللہ کا نفاذ نہ کر سکے۔ اب ہماری ذمہ داری ہے اس کے نفاذ کے لیے جدوجہد کریں تاکہ اللہ کا نظام بالفعل دنیا میں قائم ہو سکے۔ دعوتی اجتماع کی تشہیر کے لیے دعوت نامے احباب میں تقسیم کیے گئے۔ اس پروگرام میں 60 کے قریب رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ شب بیداری کا پروگرام نماز عشاء کے بعد شروع ہوا۔ اس پروگرام کا موضوع تھا ''فرائض دینی کا جامع تصور'' تذکیر بالقرآن' انیل اقبال صاحب نے' تذکیر الحدیث شیخ محمد نعیم صاحب نے کی۔ اس کے بعد وقفہ برائے طعام ہوا۔ انجینئر محمد علی صاحب نے اس موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ استراحت کے بعد تہجد کے لیے رفقاء کو دوبارہ بیدار کیا گیا۔ تہجد کے بعد حفظ قرآن کی محفل کا انعقاد ہوا۔ جس میں قرآن مجید کے مختلف حصوں کو اجتماعی طور پر حفظ کیا گیا۔ اس بابرکت اجتماع اور شب بیداری کا اختتام نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ہوا۔ دعوتی اجتماع میں 60 کے قریب رفقاء و احباب جبکہ شب بیداری میں 30 کے قریب رفقاء نے رات بھر قیام کیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی و جہد کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین!

(رپورٹ: انیل اقبال)

امیر حلقہ پنجاب وسطی کا کروڑ اور لیہ کا دورہ

27 اگست کو مختار حسین فاروقی اور راقم بارہ بجے جھنگ سے لیہ روانہ ہوئے۔ چار بجے پہنچے کچھ دیر آرام کرنے اور نماز عصر ادا کرنے کے بعد چوہدری صادق علی نقیب اسرہ لیہ اور انجم صحرائی صاحب کے ہمراہ کروڑ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پر 25 روزہ سے فارغ التحصیل طالب علموں کی خصوصی کاوش سے مغرب کے بعد درس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ لہٰذا ہم مغرب سے کچھ دیر پہلے پہنچے پھر نماز مغرب عیدگاہ کی جامع مسجد (جو کہ تبلیغی مرکز اور ختم نبوت کی مقامی شاخ ہے) ادا کی اور وہاں پر امیر حلقہ نے اپنے مخصوص انداز میں سورۃ الکہف کے پہلے رکوع کی روشنی میں موجودہ حالات اور فتنہ دجال کے موضوع پر ایک گھنٹہ گفتگو فرمائی۔ تقریباً 140 افراد نے خطاب سنا۔ انتظامیہ نے اس کو بہت سراہا اور ہر ماہ آنے کی دعوت دی۔ شرکاء کی مشروب سے تواضع کی گئی۔ جناب عامر مشتاق صاحب اور زین العابدین صاحب نے میزبانی کے فرائض انجام دیئے دس بجے کروڑ سے لیہ کی طرف روانہ ہوئے۔

28 اگست کو بعد از نماز فجر ہاؤسنگ کالونی لیہ کی جامع مسجد میں محترم فاروقی صاحب نے درس قرآن مجید دیا۔ جس میں 35 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ دوسرا خصوصی پروگرام نقیب اسرہ لیہ کی دوکان جس میں انہوں نے لائبریری قائم کی ہوئی ہے۔ اس میں ماہانہ درس (ہر انگریزی مہینے کا چوتھا اتوار) کا سلسلہ شروع ہے۔

اس ماہ کا موضوع تھا۔ اسلام کا معاشرتی نظام جس کو امیر حلقہ نے بہت ہی خوبصورت انداز میں سورۃ النور کی ابتدائی آیات کے حوالہ سے بیان فرمایا۔ تقریباً 45 کے قریب رفقاء احباب اور 25 کے قریب خواتین نے اس خطاب کو سماعت کیا۔ اور بعد میں امیر حلقہ نے لوگوں کے سوالوں کے جواب دیئے۔ آخر میں شرکاء کی مشروب کے ساتھ تواضع کی گئی۔ ان تمام پروگراموں کے انتظامات اور میزبانی کے فرائض نقیب اسرہ لیہ ہی ادا کرتے ہیں۔

(رپورٹ: غلام نبی)

امیر حلقہ سندھ زیریں کا دورہ حیدر آباد

الحمد للہ' حیدر آباد میں ماہانہ پروگرام باقاعدگی کے ساتھ جاری ہے۔ اس بار کراچی سے 18 رفقاء امیر حلقہ محترم محمد نسیم الدین صاحب کی قیادت میں 27 اگست کی شام حیدر آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ تقریباً پونے دس بجے شب ہم حیدر آباد پہنچے جہاں محترم عبدالسلام مروت ہماری رہنمائی کے لیے موجود تھے۔ وہ ہمیں جی او آر کالونی کی جامع مسجد لے گئے جہاں عشاء کی نماز ختم ہی ہوئی تھی۔ محترم علی اصغر عباسی صاحب نے نمازیوں کو مطلع فرمایا کہ کراچی سے ہمارے رفقاء پہنچ چکے ہیں لہٰذا تھوڑی دیر میں درس قرآن شروع ہوگا۔ ہم نے دو رکعت تحیت المسجد ادا کی اور اس کے بعد محترم عامر خان صاحب نے سورۂ آل عمران کی آیات 102 تا 110 کے درس کا آغاز کیا۔ ایک مسلمان کو انفرادی سطح پر کیا کرنا ہے' اجتماعی سطح پر کیا کرنا ہے اور اجتماعیت کی بنیاد کیا ہو' یہ سب امور زیر گفتگو آئیں۔ تقویٰ کے اعلیٰ مدارج کا حصول' قرآن سے جُڑ کر امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ایک مسلمان پر لازم ہے۔ اس کے بعد چند رفقاء کا تعارف ہوا جس میں نہوں نے اپنے تعارف کے ساتھ تنظیم میں اپنی شمولیت کے محرکات کے بارے میں بتایا۔ صبح چار بجے رفقاء و احباب کو نماز تہجد کے لیے اٹھایا گیا۔ نماز فجر کے بعد محترم عامر خان صاحب نے وہ معروف حدیث بیان کی جس میں انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اجاگر کی گئی ہے۔ اس کے بعد ایک مذاکرہ منعقد ہوا جسے امیر حلقہ محترم محمد نسیم الدین صاحب نے کنڈکٹ کیا جس میں رفقاء کی تنظیم میں شمولیت کے مقصد اور دیگر عنوانات پر گفتگو ہوئی۔

اگلا پروگرام حیدر آباد پریس کلب آڈیٹوریم میں درس قرآن کا تھا۔ ہم تقریباً ساڑھے دس بجے وہاں پہنچے اور بینرز آڈیٹوریم کے اندر اور باہر آویزاں کیے گئے۔ مکتبہ بھی لگایا گیا۔ پروگرام کا آغاز سورۃ الانفال کی زیر درس آیات کی تلاوت سے ہوا۔ محترم محمد عثمان کھوکھر صاحب نے تلاوت کی۔ محترم محمد جمال صاحب نے اپنی خوبصورت آواز میں کلام اقبال سے چند اشعار سنائے۔ یہ اشعار کیا تھے گویا لا الٰہ الا اللہ کا ترانہ تھا۔ محترم عامر خان صاحب نے اپنے درس کے دوران فرمایا: جب مخصوص لوگوں کے جرائم پر قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو اس کی لپیٹ میں عام افراد بھی آ جاتے ہیں اور یہ اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ برائی کے خلاف اقدام کا فریضہ ادا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ آج وطن عزیز میں روشن خیال اعتدال پسندی کی آڑ میں جس طرح شعائر اسلام کا کھلم کھلا مذاق اڑا رہے ہیں' دین کے واضح احکام کی من مانی تاویلیں ہو رہی ہیں اور ملک کا طبقہ اشرافیہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے خلاف سرکشی پر آمادہ نظر آتا ہے اس سے شدید اندیشہ ہے کہ ہم پر عذاب کا کوڑا نہ برس پڑے اور سقوط ڈھاکہ کے عذاب ادنیٰ کے بعد قوم پر کوئی عذاب اکبر نہ نازل ہو جائے جس کی لپیٹ میں معاشرے کے تمام طبقات آ جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ وہ قوموں پر چھوٹے عذاب کے بعد بڑا عذاب نازل فرماتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف لوٹ آئیں۔ موجودہ صورتحال اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم نیکیوں کے فروغ اور برائی کے خاتمہ کے اپنے فریضہ کی طرف لوٹیں اور جنہیں اقتدار کی قوت

حاصل ہے' وہ اپنی اس قوت کے ذریعہ برائی کے خاتمے کے لیے اقدامات کریں' جنہیں قوت حاصل نہیں وہ زبان سے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ برائی کے خلاف آواز بلند کریں اور جنہیں اس کا خوف ہے کہ اس کے نتیجے میں بھی وہ مصائب و شدائد میں گرفتار ہو سکتے ہیں وہ کم از کم دل میں برائی کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کریں کیونکہ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق جس شخص کے دل میں برائی کے خلاف نفرت کا جذبہ تک موجود نہ ہو تو اس میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔ سورۃ الاعراف میں یہ وارد ہوا ہے کہ عذاب کے نزول کی صورت میں وہ لوگ بچا لیے جاتے ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے رہے تھے۔

پروگرام کے بعد امیر حلقہ اور راقم کے علاوہ بقیہ رفقاء کراچی کے لیے واپس روانہ ہو گئے۔ ہم دونوں محترم شفیع محمد لاکھو اور عبدالسلام مروت صاحبان کے ہمراہ اس جگہ کو دیکھنے کے لیے گئے جو رفیق محترم عبدالحکیم دایو صاحب نے اس وقت تک دفتر کے لیے استعمال کے لیے پیش کی ہے جب تک حیدرآباد میں قرآن اکیڈمی کا منصوبہ روبہ عمل نہیں آ جاتا جس کے لیے ہمیں ایک صاحب خیر کی جانب سے زمین کی پیشکش ہوئی ہے۔ دفتر کے لیے یہ جگہ انتہائی موضوع ہے۔ اس جگہ کی تزئین و آرائش کی تفصیلات طے ہوئی۔ اخراجات کے لیے طے یہ ہوا کہ مقامی طور پر رفقاء فنڈ اکٹھا کریں گے۔ فنڈ کی کمی کی صورت میں حلقہ بھی معاونت کرے گا۔

الحمد للہ' اس بار نہ صرف پروگرام میں شریک رفقاء کی تعداد میں اضافہ ہوا بلکہ درس قرآن کے پروگرام میں احباب کی شرکت بھی بڑھی ہے۔ درس قرآن میں خواتین سمیت تقریباً 150 افراد شامل تھے۔ کراچی کے رفقاء سمیت شریک رفقاء کی کل تعداد 35 رہی۔ اس میں محترم علی اصغر عباسی صاحب سمیت جو بحیثیت پروگرام کوآرڈینیٹر فرائض ادا کر رہے ہیں مقامی رفقاء کی محنتوں کا بھی دخل ہے۔ (رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

امیر محترم کا دورۂ کراچی

بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر اس ماہ بانی محترم کراچی تشریف نہ لا سکے اس کی تلافی یوں ہوئی کہ امیر محترم مع ناظم اعلیٰ تشریف لے آئے۔

25 اگست کو پہلا پروگرام جو امیر محترم کا کراچی میں پہلا عوامی پروگرام تھا' ساڑھے نو بجے شب ایکسی لنسی ہال' گلستان جوہر میں ہوا۔ موضوع خطاب تھا ''ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے''۔ تنظیم اسلامی گلستان جوہر کے رفقاء نے اس پروگرام کی تیاری کے لیے بھرپور محنت کی۔ 10,000 ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے' 120 بینرز اور 200 بینگرز آویزاں کیے گئے۔ 700 دعوت نامے ڈاک اور ذاتی رابطوں کے ذریعے تقسیم کیے گئے۔ اس کے علاوہ ہینڈ بل کو بذریعہ ای میل بھی عام کیا گیا۔ شومئی قسمت کہ جس جگہ ہمارا پروگرام ہونا تھا' اس دن برابر کے مدرسہ میں ختم بخاری شریف کی تقریب تھی جس کا آغاز بعد نماز مغرب مقابلہ حسن قراءت اور نعت خوانی کے ذریعہ ہو چکا تھا۔ فضا قراءت اور نعت خوانی سے گونج رہی تھی۔ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے امیر مقامی تنظیم عارف جمال فیاضی صاحب نے ان سے درخواست کی کہ کم از کم ہمارے پروگرام کے دوران باہر والے ہارن کو بند کر دیں اور ظاہر ہے کہ ان کی اس درخواست کی پذیرائی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بحیثیت ناظم نشر و اشاعت مجھے پہلی بار اس بات کا شدت سے احساس ہوا کہ ہماری معلومات اب تک ناکافی ہیں ورنہ کیسے ممکن تھا کہ مدرسہ میں اتنا اہم پروگرام عین اسی دن اور تقریباً اسی وقت ہو رہا ہو اور ہمیں اس کی پیشگی خبر نہ ہو۔ یہ بات غنیمت تھی کہ گیارہ بجے شب تک جب ہمارا پروگرام اختتام کو پہنچا' پڑوس میں علماء کی تقریریں شروع نہیں ہوئی تھیں۔ بہر حال اس خیال نے دل کو افسردہ رکھا کہ علاقے کے لوگوں نے اس صورتحال سے کچھ اچھا تاثر نہیں لیا ہوگا۔ بہر حال' آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس صورتحال میں امیر محترم کو اپنے خطاب میں کتنی مشقت اٹھانی پڑی ہوگی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ پروگرام کے شرکاء کو ان کے خطاب کی سماعت کے لیے کتنی مشقت کرنی پڑی ہوگی۔ پروگرام کا آغاز سید ایاز محمود صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد برادرم نوید احمد صاحب نے امیر محترم کا تعارف پیش کیا۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں فرمایا: ہم میں سے ہر ایک کی اُخروی فلاح کے لیے لازم ہے کہ اسے یہ معلوم ہو کہ دین اس سے کیا چاہتا ہے۔ دین کے معاملات کے لیے قرآن و سنت ہی ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہیں۔ جب ہم اس حوالے سے قرآن کریم سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ نوع انسانی کے لیے تو دین کا تقاضا یہ ہے شرک سے اجتناب کیا جائے اور توحید کے راستے پر گامزن ہوا جائے۔ البتہ جو ایمان لے آئیں ان سے ہمارے دین کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو تقویٰ کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز کریں کہ ان کی زندگی کی کوئی ساعت اللہ کی فرمانبرداری سے خالی نہ ہو کیونکہ خدانخواستہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی کی روش پر گامزن رہتے ہوئے موت واقع ہو جائے تو انجام کیا ہوگا۔ جو لوگ تقویٰ اختیار کریں وہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور ایک حدیث مبارکہ کے مطابق قرآن مجید اللہ کی رسی ہے جو زمین سے آسمان تک تنی ہوئی ہے۔ آج امت مسلمہ ایک طرف اقوام میں بٹی ہوئی ہے تو دوسری جانب ہم پاکستانی قومیتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اگر ہم نے قرآن مجید کو مضبوطی سے تھام لیا تو ہمیں ہر قسم کے لسانی' علاقائی اور مذہبی تفرقے سے نجات مل جائے گی۔ اپنے تمام مسائل کے حل کے لیے اپنی عقل کے گھوڑے کو دوڑانے کے بجائے قرآن مجید میں تلاش کریں گے خواہ مسئلہ انفرادی ہو یا اجتماعی نوعیت کا تو ہمیں کامیابی نصیب ہوگی۔ ہمارے دین کا ہم سے اگلا تقاضا یہ ہے اگر امت بحیثیت مجموعی خواب غفلت میں پڑ گئی ہو تو اس میں ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو خیر کی دعوت دے جو اصلاً قرآن کی طرف دعوت ہے کیونکہ خود قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن ان سب نعمتوں سے بہتر ہے جو لوگ سمیٹنے میں مصروف ہیں۔ برائی کے خاتمہ اور نیکی کے فروغ کا فریضہ انجام دے۔ کیونکہ ایک ایسے معاشرے میں جہاں بدی کا غلبہ ہو' اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا نفاذ ممکن ہی نہیں۔

اگلے دن مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا: قرآن حکیم تمام نوع انسانی کے لیے کتاب ہدایت ہے۔ اس کے مخاطب نوع انسانی کے عام افراد بھی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی۔ عام افراد قرآن حکیم سے تذکر کے ذریعہ استفادہ کر سکتے ہیں جس کے لیے عربی زبان کی بنیادی واقفیت ضروری ہے۔ سورۃ القمر میں چار مرتبہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تذکر کے لیے ہم نے قرآن کو آسان بنا دیا ہے تو ہے کوئی اس سے نصیحت حاصل کرنے والا؟ ایسے لوگ قرآن حکیم کے متن سے براہ راست اپنے لیے ہدایت اخذ کر سکتے ہیں۔ البتہ جو لوگ قرآن حکیم کے بحر ناپید اکنار سے فلسفہ و حکمت کے موتی تلاش کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ نہ صرف عربی زبان پر انہیں پورا عبور حاصل ہو بلکہ سنت و سیرت اور اس دور کے زبان و ادب کے اسلوب سے بھی واقفیت حاصل ہو۔ یہ سخت مشقت طلب کام ہے جس کے لیے اپنی پوری زندگی قرآنی علوم کے حصول کے لیے وقف کرنا ضروری ہے۔ جب ہم قرآن کی بات کرتے ہیں تو اس میں لازمی طور پر سنن و احادیث کا علم بھی شامل ہوتا ہے جس کے بغیر فکری قبلہ کی درستگی ممکن نہیں۔ بدقسمتی سے آج ہمارے معاشرے میں انکار حدیث کا فتنہ اہل علم میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ منکرین حدیث وہ لوگ ہیں جو اپنے لیے قرآن ہی کو کافی سمجھتے ہیں اور محض عقل کے گھوڑے دوڑا کر اس سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں جبکہ قرآن خود اس کا شاہد ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے فرائض منصبی میں یہ بات بھی شامل تھی کہ آپ ﷺ قرآنی احکامات کی وضاحت فرمائیں لہٰذا سنت و احادیث سے اعراض برت کر قرآن حکیم سے استفادہ کی کوشش کا نتیجہ گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

مذکورہ بالا دو پروگراموں کے علاوہ امیر محترم نے اجتماع حلقۂ خواتین سے خطاب فرمایا اور اختر ندیم صاحب سے ملاقات فرمائی اور دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگراموں کے

حوالے سے گفتگو فرمائی۔

ناظم اعلیٰ صاحب نے ارکان مرکزی شوریٰ رونی جلیس اور جلال الدین صاحبان سے ملاقات فرمائی۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

نئے شامل ہونے والے رفقاء کا امیر حلقہ سے تعارف

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں شامل ہونے والے رفقاء سے امیر حلقہ نے تعارف کا تیسرا پروگرام مقامی تنظیم لاہور وسطی کے دفتر واقع اردو بازار میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں لاہور وسطی اور شاہدرہ میں نئے شامل ہونے والے رفقاء خصوصی طور پر مدعو تھے۔ یہ پروگرام اتوار کے روز صبح دس بجے شروع ہوا۔ پروگرام کے آغاز میں رفیق تنظیم محمد راشد نے تلاوت قرآن حکیم کی سعادت حاصل کی۔ بعدازاں رفقاء سے تعارف کا سلسلہ شروع ہوا' رفقاء نے تعلیم' پیشہ' رہائش' تنظیم میں کب شمولیت ہوئی اور تنظیم سے تعارف کب ہوا کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کروایا۔ اس دوران وقفے وقفے سے امیر حلقہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب بھی اپنا تعارف کراتے رہے۔ اس پروگرام کے بعد امیر حلقہ نے ملٹی میڈیا کے ذریعے امیر تنظیم عاکف سعید صاحب اور مرکزی ٹیم کا تعارف کرایا اور پھر تنظیم اسلامی کے لوگو Logo سے بھی رفقاء کو متعارف کرایا۔ لوگو کا ذکر کرتے ہوئے امیر حلقہ نے فرمایا کہ اس میں نیلے رنگ سے مراد پوری کائنات ہے اور یہ نیچے ہے جب کہ ہرے رنگ سے مراد اسلام ہے جو کہ اوپر ہے یعنی وہ پوری کائنات پر چھا رہا ہے۔ انہوں نے سورۃ الحدید کی آیت نمبر 25 کے حوالے سے رفقاء کو بتایا کہ رسولوں کی آمد کا مقصد دین حق کا غلبہ ہے یعنی لوگ عدل پر قائم ہو جائیں۔ ترازو سے مراد یہی ہے کہ لوگوں کو جو کچھ ملے وہ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور میزان سے ملے اور اس سے اوپر کتاب اللہ ہے۔ اس کے بعد امیر حلقہ نے رفقاء کو فرائض دینی کے جامع تصور سے روشناس کرایا۔ بعدازاں گلزار صاحب نے جو کہ مسیحیت سے تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں اور اب تنظیم اسلامی میں شامل ہوئے ہیں' نے اپنا ولولہ انگیز تعارف کرایا۔ نماز ظہر کے بعد رفقاء نے اجتماعی کھانا کھایا اور بعدازاں یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: محمد یونس)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

HIJAAB

You look at me and call me oppressed,
Simply because of the way I'm dressed,

You know me not for what is inside,
You judge the clothing I wear with pride,

My body is not for your eyes to hold,
You must speak to my mind, not my feminine mould,

I'm an individual. I'm no man's slave,
It's Allah's pleasure that I only crave,

I have a voice so I will be heard,
For in my heart I carry His word,

"O ye women, wrap close your cloak,
So you won't be bothered by ignorant folk".

Man doesn't tell me to dress this way,
It's law from God that I obey,

Oppressed is something I'm truly not,
For liberation is what I've got,

It was given to me many years ago,
With the right to prosper, the right to grow,

I can climb mountains or cross the seas,
Expand my mind in all degrees,

For God Himself gave us liberty,
When He sent Islam, to you and me

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❁ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I' II' III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

دعائے مغفرت

جناب محمد اقبال' رفیق تنظیم اسلامی' لانڈھی' کے والد صاحب وفات پاگئے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

پریس ریلیز | 2 ستمبر 2005ء

آخری صلیبی جنگ

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد جامع القرآن ماڈل ٹاؤن میں نماز جمعہ سے قبل ایک پُر ہجوم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آخری صلیبی جنگ جس کا آغاز پہلی جنگ عظیم سے ہو گیا تھا۔ اہم مرحلہ میں داخل ہوا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ گو پہلے کی طرح یہ جنگ بھی مذہب کے حوالہ سے لڑی جا رہی ہے مگر اصل جذبۂ محرکہ سود اور جوئے پر مبنی سرمایہ داری نظام کا تحفظ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مذہب کا معاملہ بھی خاصا گڈمڈ دکھائی دیتا ہے چنانچہ صورتِ حال یہ ہے کہ یہود کی پشت پناہی میں پروٹسٹنٹ عیسائی جن کا سرغنہ امریکہ ہے' اس جنگ میں پیش پیش ہے جبکہ کیتھولک عیسائی یورپی یونین کی شکل میں الگ صف بندی میں مصروف ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ اگرچہ دونوں کے مقاصد قدرے مختلف ہیں مگر دشمن واضح طور پر مسلمان ہے۔ دوسری طرف مسلمان نہ صرف سائنس اور ٹیکنالوجی میں پسماندہ اور کمزور ہیں یہاں کا اعلیٰ اور مقتدر طبقہ بش پرستی میں سب سے آگے ہے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں پر آزمائش کا شدید ترین دور آنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہی وہ دور ہے جس میں یہود و نصاریٰ کی رفاقت سے منع کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے جو ایسا کریں گے ان کا انجام بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔

سردار اعوان

معتمد ذاتی بانی تنظیم اسلامی

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:
- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- BA (Ecomomics+Maths)
- BA (Other Combination)

○ بی اے (سال اول) کے داخلے 17 ستمبر تک جاری ہیں۔ 19 ستمبر سے کلاسز کا آغاز ہو جائے گا۔
○ ایف اے کے داخلوں کی آخری تاریخ (لیٹ فیس کے ساتھ) 24 ستمبر ہے۔

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر اپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج 191 اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور ☎ : 5833637

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ
ملم جبہ' سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پُرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے روشن اور ہوادار کمرے' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

کیا ترکی یورپی یونین کا حصہ بن سکے گا؟

5 اکتوبر کی تاریخ صرف ایک ماہ دور ہے یعنی اب تک یورپی یونین نے ترک حکومت سے ملاقات کرنے کی رسمی کاروائی شروع نہیں کی ہے تاکہ اُسے بھی اپنی آغوش میں سمیٹ سکے۔ اس سلسلے میں ترک حکومت کی پریشانی' ترک وزیر خارجہ عبداللہ گل کے حالیہ بیان سے ظاہر ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر یورپ نے ترکی پر مزید شرائط لاگو کر دیں' تو ترک حکومت یورپی یونین میں ہونے کا ارادہ ترک کر دے گا۔ ان کا کہنا ہے ''ہم پھر چل پڑیں گے اور اس بار ہمارا یہ قدم نیک ہی ہوگا۔''

وزیر اعظم طیب اردگان بھی اعلان کر چکے ہیں کہ ترکی اب مزید شرائط برداشت نہیں کر سکتا۔ ترکی کو یورپی یونین میں شامل کرنے کے سلسلے میں بڑی رکاوٹ قبرص کا مسئلہ ہے۔ یورپی یونین کا کہنا ہے کہ ترکی یونانی قبرص کے لیے اپنی بندرگاہیں اور ہوائیں اڈے کھول دے جسے ترک حکومت تسلیم نہیں کرتی۔

حالات کی نوعیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ 5 اکتوبر کو مذاکرات شروع نہیں ہو سکیں گے اور اگر ہوئے بھی تو دوستانہ فضا میں نہیں ہوں گے۔ ادھر فرانس کا رویہ بھی بڑا سخت ہو گیا ہے۔ فرانسیسی صدر شیراک نے دوبارہ ترک حکومت سے کہا ہے کہ وہ یونانی قبرص کے معاملے میں اپنی پوزیشن واضح کرے۔ فرانسیسی عوام نے یورپی یونین کے آئین کو اس لیے بھی مسترد کیا ہے کیونکہ اس کے تحت ایک مسلم ملک یورپی یونین کا حصہ بن سکتا ہے۔

لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر ترکی پیچھے ہٹ گیا' تو یورپ کے لیے یہ اچھا شگون نہیں ہوگا۔ ترکی کا چہرہ گو سیکولر ہے مگر وہ صدیوں سے ایک مسلمان ملک چلا آرہا ہے اور وہ یورپ اور اسلامی دنیا کے درمیان ایک پل کا کام دے سکتا ہے۔ اس کی تاریخ اور جغرافیہ نے بھی اُسے یہی کردار ادا کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ ترکی کو نہ کرنے کا مطلب ہے کہ یورپی یونین ''کرسچن کلب'' کی شکل اختیار کرنا چاہتی ہے۔ اس سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو زک پہنچ سکتی ہے جس میں واقعہ نو گیارہ کے بعد شدت آگئی ہے۔ اس امر سے ان قوتوں کو بھی تقویت ملے گی جو معاملات گفت وشنید اور باہمی یگانگت کے بجائے ہتھیار کے بل پر طے کرنا چاہتے ہیں۔

افغانستان میں افیون کی کاشت

تازہ اطلاع کے مطابق افغانستان میں افیون کی کاشت کم ہو گئی ہے جو ایک بڑی خوشخبری ہے۔ اگر چہ یہ کمی زیادہ نہیں' پچھلے سال 4200 ٹن پیداوار ہوئی تھی اور اس برس 4100 ٹن ہوئی ہے۔ تاہم کاشت کے رقبے میں نمایاں کمی آئی ہے۔ پہلے 131,000 ایکٹر رقبے پر افیون کاشت ہوئی تھی جواب 103,000 رہ گیا ہے۔ یاد رہے کہ طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد افغانستان میں دوبارہ وسیع پیمانے پر افیون کی کاشت شروع ہو گئی ہے جو افغانی حکومت کے ساتھ ساتھ اتحادیوں کی بھی بہت بڑی ناکامی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کی 90 فیصد افیون افغانستان میں پیدا ہو رہی ہے۔ دراصل افغانستان کے 32 صوبوں میں قانون کی حکمرانی کا نام ونشان نہیں اور جنگی سردار اپنی من مانی کر رہے ہیں۔ ادھر غریب افغان بھی روزمرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لیے افیون اگانے پر مجبور ہیں۔ بہر حال امریکا اور اقوام متحدہ افغانستان سے افیون کی کاشت ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دیکھیے انہیں کامیابی ملتی ہے یا نہیں۔

ایرانیوں کی ایک اہم کامیابی

ایرانی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اس نے بائیو ٹیکنالوجی کی مدد سے خالص یورینیم اپنی کانوں سے نکال لیا ہے۔ ایران کی ایٹمی توانائی آرگنائزیشن نے وابستہ سائنس دانوں نے چھ سال کی تحقیق کے بعد تکنیک ایجاد کر لی ہے جس کے ذریعے کان کنی سے قبل جرثوموں کو استعمال میں لا کر یورینیم کی کچ دھات کو خالص بنایا جاتا ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے نہ صرف لاگت کم ہوتی ہے بلکہ ماحول بھی آلودہ نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ اسی عمل کے ذریعے مرتکز یورینیم آکسائیڈ بنتا ہے جسے عام زبان میں پیلا کیک (ییلو کیک) کہتے ہیں۔

وسط ایران میں یورینیم کی کانیں واقع ہیں۔ ایک ایرانی تحقیق داں کا کہنا ہے کہ انہوں نے جو بکٹر یا بنائے ہیں وہ تجربات کے ذریعے بڑے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ ان کی مدد سے پیلے کیک کی تیاری 100 سے 200 گنا زیادہ سستی ہو گئی ہے۔ یاد رہے کہ ایٹمی ری ایکٹر میں استعمال ہونے والا ایٹمی ایندھن پیلے کیک ہی سے بنتا ہے۔ اس خوشخبری سے صاف ظاہر ہے کہ ایران کا ایٹمی منصوبہ تمام تر توانائی کے ساتھ اپنے اختتام کی طرف گامزن ہے۔

سری لنکا کے مسلمان

اکثر لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ سری لنکا میں مسلمان کثیر تعداد میں آباد ہیں اور وہ ایسے ویسے نہیں بلکہ دین کے قوانین واصولوں پر سختی کے ساتھ عمل کرنے والے مسلمان ہیں۔ ان کی نمائندہ تنظیم کا نام سری لنکا مسلم کانگرس ہے جو سری لنکا میں حکومت کی تشکیل اور خاتمے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اس تنظیم نے حال ہی میں حکومت اور حزب اختلاف سے مطالبہ کیا ہے کہ مشرقی صوبے میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے' اُسے خودمختار حیثیت دی جائے۔

مسئلہ یہ ہے کہ وہ صوبہ تامل ٹائگروں کے قبضے میں ہے' جن کی حکومت سے بات چیت چل رہی ہے۔ بہر حال سری لنکا کے مسلمانوں نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے بہادری کا ثبوت دیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ جلد یا بدیر انہیں ان علاقوں میں خودمختار حیثیت حاصل ہو جائے گی جہاں وہ کثیر تعداد میں آباد ہیں۔

نیتن یاہو کے ناپاک عزائم

اسرائیل کا سابق وزیر اعظم نیتن یاہو انتہا پسند یہودیوں کا ہیرو ہے کیونکہ وہ فلسطینیوں سے مفاہمت نہیں چاہتا اور نہ ہی وہ یہودی بستیاں گرانے کے حق میں ہے جو فلسطین کے علاقوں میں قائم ہیں۔ وہ حالیہ وزیر اعظم کی کابینہ میں وزیر خزانہ تھا لیکن جب شیرون نے غزہ پٹی سے یہودی بستیوں کے خاتمے کا اعلان کیا' تو اس نے استعفیٰ دے دیا۔ شیرون اور نیتن یاہو دونوں انتہا پسند یہودی حکمران جماعت کے رکن ہیں اب نیتن یاہو نے شیرون کے خلاف تحریک چلا دی ہے۔ اگر اس تحریک میں شدت آگئی' تو اسرائیل کے پارلیمانی انتخابات نومبر 2006ء سے قبل منعقد ہو سکتے ہیں۔

نیتن یاہو نے تازہ ارشاد یہ فرمایا ہے کہ وہ مغربی کنارے میں وسیع پیمانے پر یہودی بستی کی تعمیر کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ علاقہ مشرقی یروشلم کے قریب ہے اور اس باعث فلسطینیوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے جو بیت المقدس کو اپنی ریاست کا دارالحکومت بنانا چاہتے ہیں۔

یاد رہے کہ عالمی عدالت میں فلسطین کے علاقے میں آباد تمام یہودی بستیوں کو غیر قانونی قرار دے رکھا ہے۔ مگر اسرائیل نے اس فیصلے کو بھی تسلیم نہیں کیا۔ ادھر اس کے گرد (امریکا) نے بھی کہہ رکھا ہے کہ اگر اسرائیلی حکومت چاہے گی' تو وہ امن معاہدے کے مطابق مغربی کنارے کا کچھ علاقہ اپنی حدود میں شامل کر سکے گی۔

has become an impossible-to-realize dream for them. For example, if they want to live by Islam, they find it almost impossible to say no to Riba because the prime legacy of colonialism was the integration of colonies into the international capitalist economy. Dictator Musharraf had to go to the Supreme court to make Riba permissible.

The social, political and economic institutions which the colonialists left behind and the continued interference since their strategic withdrawal in the name of giving independence never let Muslims in particular live independently. Self-rule remained a dream for them.

We need to stop talking about Muslim terrorism and holding all Muslims responsible for crimes against humanity without proper investigation. We should objectively compare the extent of the alleged Muslim crimes and the proven record of the West.

According to Dr. J. W. Smith, even after the direct colonialism, the West "violently" killed "12 to 15 million people since WW II" alone and caused "the death of 100s of millions more as their economies were destroyed or those countries were denied the right to restructure to care for their people." He adds: "Unknown as it is, and recognizing that this has been standard practice throughout colonialism, that is the record of the Western imperial centers of capital from 1945 to 1990....One hundred and fifty thousand to 300,000 of these were tortured and killed by death squads set up by Western intelligence agencies, primarily the CIA."[10]

Those who are lecturing 1.2 billion Muslims would do better to dig the root causes of present turmoil and realize the Muslims are not responsible for the present unjust global order. The political, economic and cultural processes that began with colonialism, culminated in the institutionalization of an international global political economy dominated by the Western powers at the expense of the rest of the world, which as Marc Ferro observes, began "replacing a visible presence by the invisible government of the big banks: the International Monetary Fund, World Bank, and so on": a system which Ferro describes as "multinational imperialism".[11]

All the problems that we set aside in the beginning, Palestine, occupations, dictators, US presence in Saudi Arabia, all come back as logical corollaries and outputs of the darkest age of colonialism.

If Muslims are guilty at all of anything, they are guilty of not living by Islam. That led to their fall since centuries. That negligence is responsible for their touching the depth of humiliation today. If they were colonized and exploited in the past, it was due to their own weakness of faith and if they are facing their historic humiliation today, it is because of their following others' way of life and running away from Islam.

The reactive movements and violent elements are the direct product of Muslims staying away from Islam and colonialists' never-ending adventures in the Muslims world. Pope and company would do Muslims a favor if they could ask their co-religionist, neo-colonialists, to leave Muslims alone and give them an opportunity for real independence and self-rule.

David Warren of Ottawa Citizen complains that there is no one who could say, he speaks for all Muslims. He believes the reason is that Khilafah was abolished in 1924. So, instead of criminalizing Islam, let's give Muslims a right to self-determination and self-rule. Let there be Khilafah and a Khaleefa, so that he could say, I speak for all Muslims and this is our stand on different issues.

Notes

[1] David Warren, "Islam lacks a final authority," Ottawa Citizen, August 24, 2005.

[2] Ottawa Citizen, front page, August 21, 2005.

[3] Ibid. David Warren.

[4] See "The Bull Inter Caetera (Alexander VI), May 4, 1493 for the background and other details of the Inter Cetra bull: URL http://www.nativeweb.org/pages/legal/indig-inter-caetera.html

[5] See text of the letter: http://ili.nativeweb.org/ricb.html

[6] cited in Zinn, Howard, A People's History of the United States, Harper & Row, New York, 1980

[7] figures cited in Dorris, Michael A., 'Contemporary Native Americans', Daedalus, Spring 1981; also see Zinn, Howard, A People's History of the United States, op. cit., for more on the glorious roots of the United States and the global system largely under its control.

[8] "Pope: Europe corrupts Africa," News 24.com URL http://www.news24.com/News24/Africa/News/0,,2-11-1447_1704837,00.html

[9] Obadina, Tunde, 'The myth of Neo-colonialism', Africa Economic Analysis, viewed 6 September 2000, http://www.afbis.com/analysis/neo-colonialism.html

[10] Smith, J. W., 'The Grand Strategy of Western Security Councils: Suppressing the Former Colonial World's Break for Economic Freedom' in Economic Democracy: The Political Struggle of the 21st Century, M. E. Sharpe, New York, 2000.

[11] Ferro, Mark Colonization: A Global History, Routledge, London, 1997. p-349.

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

داخلہ جاری ہے

برائے انٹرمیڈیٹ و بی اے کلاسز

☆ دینی ذہن رکھنے والے گھرانوں کی بچیوں کے لیے تعلیمی و تربیتی مرکز

☆ قابل اور کوالیفائیڈ فیکلٹی

☆ باپردہ ماحول اور دینی تعلیم و تربیت کی اضافی سہولت

☆ لاہور بورڈ اور پنجاب یونیورسٹی میں نمایاں پوزیشنیں

☆ قریبی علاقوں سے ٹرانسپورٹ کی سہولت

78' سیکٹر A-1' ٹاؤن شپ لاہور۔فون: 5114581

We hope that those who do not get tired of lecturing Muslims and holding their faith responsible for all the wrongs in the world, would find out how their co-religionists with the papal bulls decimated an estimated population of 80 million at the time Columbus discovered America "to a low of 210,000 in the 1910 census."[7] There victims in these places were not Muslim barbarians for sure.

Someone might ask, but what has it to do with terrorism today? The answer is: study the history of the Church-legitimized colonialism and see its fruits in the present world order. You will find that the turmoil is far less than what it should have been or soon will be. Even Pope Benedict himself has acknowledged in a meeting with Rome's clergy: "We have to confess that Europe has exported not only faith in Christ, but also all sorts of vices, the sense of corruption, and violence that devastates" the African continent.[8] In fact, Africa is not alone, nor is that the end of the discussion.

Previous colonial adventures allowed imperialists to gradually institutionalize their global dominance not only in Africa but everywhere. Despite the apparent decolonization after four centuries, the Western powers have managed to maintain this global dominance and influence on the affairs of non-Western nations. Exploitation of their wealth and resources continues till this day. The interference in the internal affairs of Muslim states in particular has been more intrusive because of the perceived ideological threat.

None of those who are obsessed with Muslim terrorism can deny that today's international politico-economic structures are the logical culmination of colonial history. The Western academic world and the present day advisors to Muslims totally disregard genocides, plunder of resources, introduction of class system and other legacies of their colonial past. It would be total disregard of the facts to say that colonial adventures did not provide foundations for the building of the contemporary unjust world order.

Pope Benedict's admission about the link between violence and corruption in Africa and colonialism gives us important clues. One, that what he described as the problem are just symptoms of a deeper malaise and hidden volcano. Second, the Pope is criticizing or holding all Christian responsible for the deeds of many generations of the colonialists. Instead, if one carefully reads words of Pope Benedict XVI, he gives credit to colonialists for spreading Christianity, yet he clearly separates their misdeeds from their faith.

Pope's voice adds further legitimacy to the ongoing killing spree in the Muslim world. None of the Popes have been able to condemn ALL Christians for the adventures of their colonialists co-religionists for the simple reasons that they didn't want to reflect bad on the their faith and also because they didn't want to expose the fact that it was done with Vatican's authorization. History is repeating itself with the Pope speaking the same language as the liars who made their way to butchering thousands of Muslims in Afghanistan and Iraq.

This approach is not only in total contrast to the way, Muslims' crimes are directly associated with their faith, but it also shows how role of the Church in colonialism is totally taken out of the discussion.

Problems created by the four centuries of colonialism are not limited to corruption and violence, as Pope Benedict acknowledges. An in-dept study shows us that the same problem leads to the present adventures of the US and its allies.

Like the 1458 papal bull, once more the focus is on Islam and Muslim majority areas. Considering Muslims savages and lecturing them to behave and get civilized is nothing new. Deliberate blindness towards the past makes all those who attempt to lecture Muslims make wild statements. They ignore that the seeds for the present destabilization in the former colonial lands were sown centuries ago in the form of imposing highly exploitive trading terms; indulging in undisguised looting; transferring enormous amounts of wealth to Europe; engineering and adapting these continents according to their own interests in extending European hegemony.

As a result, the colonialists not only consolidated economic dominance that continues till this day, but also political and cultural dominance, which is one of the main root causes of unrest and friction within the former colonies and in their relations with the former colonial masters.

To gauge the cumulative impact of colonial adventures, think of a hundred years of continued occupation of Iraq by the US from now. Like the US, the former colonialists also boasted of introducing parliamentary democracies, legal structures, educational systems, and so on. But it is nothing more than mere modeling of a country's structures upon the West, even in name only, to give the impression that the country has undergone 'development'.

The sole objective and ultimate result of the colonial escapades has been disfiguring and destroying the original cultures and philosophies, and indeed enslaving them to dependence on, and allegiance to, a self-interested West. Keep this fact aside and you'll have nothing but Islam or Muslims to blame for the misdeed of those who took hundreds of millions of lives to bring the world to the present state.

Like the present myth of moderating and democratizing the Muslim world, colonialists invented some convincing myths of benefiting the colonies. According to Director of the Africa Business Information Service, Tunde Obadina, Whatever may have been its pluses and minuses, colonialism was a dictatorial regime that denied peoples' right of self determination. It brought death, pain and humiliation to millions of its victims. The notion that colonialism was a civilizing mission is a myth - the system was propelled by Europe's economic and political self-interest.[9]

Pope Benedict's lecturing Muslims today to hold their "fanatics" for a peaceful world is in a way paving the way for bringing back to the Muslim world the scenes, which Mark Twain described in these words: "In many countries we have chained the savage and starved him to death... in many countries we have burned the savage at the stake... we have hunted the savage and his little children and their mother with dogs and guns... in many countries we have taken the savage's land from him, and made him our slave, and lashed him every day, and broken his pride and made death his only friend, and overworked him till he dropped in his tracks." In fact, worse than this sort of inhuman treatment is meted out to Muslims today. A proof of which lies in the fact that the US government is not releasing new pictures from Abu Ghraib because before them Mark Twain's description of man's inhumanity to man would pale by comparison.

The colonial legacy has left Muslim populated regions with a legacy so entrenched that the people there find it hard to extricate themselves from the legal and economic bondage. Self-rule

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No.33

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeemorg)

To Hell With Muslim Terrorism

Pope Benedict is the latest figure who joined the chorus of other self-appointed advisors to Muslims. Some Western analyst call his recent address to Muslims blunt while others consider it as "quite understated."[1]

In fact, Pope Benedict's August 21, 2005 address to Muslim leaders in Germany is no less than the bull of Pius II, in which he announced a new Crusade shortly after ascending the throne of St. Peter, in 1458. There are very strong reasons for that.

First, the Pope serves, at least in Catholic theory, as the final living arbiter of Christian doctrine. Secondly, His words are coming at a time when all Muslims — from the unacceptable Hizb ut Tahrir to the acceptable Muslim dictators and "moderates," and "fundamentalist" sheikhs and mufties — have been relentlessly condemning terrorist acts for the past four years. The only thing they didn't do is rubbing their noses in the ground, literally and publicly.

Thirdly, lecturing Muslims on the need to put their house in order and castigating them to denounce terrorists has become a vogue. After Blair's firebrand statements and countless media pundits' threatening all Muslims, the proverbial straw on the camel's back are the front page headlines that read: "It's your job to stamp out terrorism, Pope tells top Muslims. Steer Young Muslims away from 'barbarism, cruel fanaticism,' he instructs leaders."[2]

Fourthly, the dangerous aspect of Pope Benedict's comments is that it legitimizes actions of those who have already taken lives of at least 150,000 civilians alone since September 9/11. These war lords are now trying the world to forget about their lies and use the same excuses as justification for their slaughter which Pope Benedict highlighted in his recent address to Muslims. Like earlier papal bulls, such words from Pope Benedict carry the potential for a new holocaust.

Muslims' collective denunciation of terrorism and full page apologies in leading newspapers are clear signs that they have accepted the official stories about all that happened from 9/11 to 7/7. They have pleaded guilty on behalf of whosoever may have committed these crimes. Unfortunately, what Muslims cannot do is to revive victims of the alleged and real Muslim terrorism. Too sad for them!

At this point one wishes how nice it would have been, if Muslims could somehow revive and return the dead, and pay for all the associated damage before making the West listen to understand the root causes and identify the real culprits behind the global mess.

Let us agree that occupation of Palestine is not one of the root causes. Let us agree that occupation of Iraq and Afghanistan came after 9/11, so this could not be the causes of grievances either. Let us agree that the indirect occupation of Saudi Arabia and supporting other dictators in Muslim countries are also mere excuses of Muslim fanatics.

However, let us not forget that so far no evidence has been provided to establish without a reasonable doubt that Muslims are solely responsible for 9/11 and other terrorist attacks. When Pope speaks of the "new barbarism" he must keep in mind that there has been no bull issued by a highest authority in Islam, exhorting Muslim hordes to descend on Europe and America. Still, let's assume that Muslims are the terrorists. No person in his right senses, however, would agree that there is no other cause and it is simply 'poisonous interpretation" of Islam that is driving Muslims to become terrorists.

If we keep in mind the background of Pope and others' courage at directly holding Muslims responsible for the global mess, we may notice that the basis for their allegations hardly goes beyond 9/11. Therefore, we have to compare the turmoil of the last four years with all that has been happening for the past five centuries. It will help us see if the world just turned upside down after 9/11 and now it is Muslims' responsibility to bring an order to it, or the mess is far deeper and far older than we actually recognize.

Those who are lecturing Muslims today, totally ignore that the state of the world today is the result of a history of colonial atrocities and resultant exploitative systems and structures erected. The story goes back to 15th century, when the colonialists launched their bloody campaign under the grand auspices of Vatican Church.

David Warren of Ottawa Citizen writes that the 1458 papal bull was meant "to check the advance on Europe of ye Infidel Turk."[3] Let us agree with him as well. However, may we ask, what about the subsequent bulls upon bulls to justify colonialist adventure for civilizing people other than "infidel Turks", in Africa, Asia and America.

According to Steven T. Newcomb, Director of the Indigenous Law Institute, Pope Alexander VI delivered the Inter Cetera papal bull on May 4, 1493.[4] Accordingly, this document, issued shortly after Columbus' first voyage to the Caribbean, expressed the pope's earnest desire that "barbarous nations be subjugated and brought to the faith itself," "for the spread of the Christian Empire." Earlier such crusading Vatican bulls called for "perpetual slavery" of Africans, by capturing, vanquishing, and subduing them, and by taking away all their possessions and property.

In the year of the Columbus quincentennial, these papal documents were instrumental in the injustices committed against the peoples of the Americas, Oceania, Africa, and Asia. Such papal bulls directly sanctioned colonization, the slave trade, and bloody campaigns that resulted in the deaths of millions. Scholars have correctly identified the Inter Cetera bull as the historic cornerstone of colonialism worldwide.

The Indigenous Law Institute (http://ili.nativeweb.org/) wrote a letter in 1993 to Pope John Paul II, calling upon him to formally revoke the Inter Cetera bull of 1493,[5] and to thereby explicitly overturn the Church's doctrine of conquest and subjugation. But until the last available information, the Institute received only a stony silence from the Vatican.

None of the Muslims went out with a "bull" from a highest religious authority in the Muslim world to civilize the barbarians of the West through complete genocides. On the other hand, Samuel Eliot Morrison, a Harvard historian and Columbus biographer, admits "the cruel policy initiated by Columbus and pursued by his successors resulted in a complete genocide".[6]